ہر اتوار کو روزنامہ اسلام کے ساتھ شائع ہوتا ہے

بچوں کا اسلام

586 اتوار 8 ذیقعدہ 1434ھ مطابق 15 ستمبر 2013ء

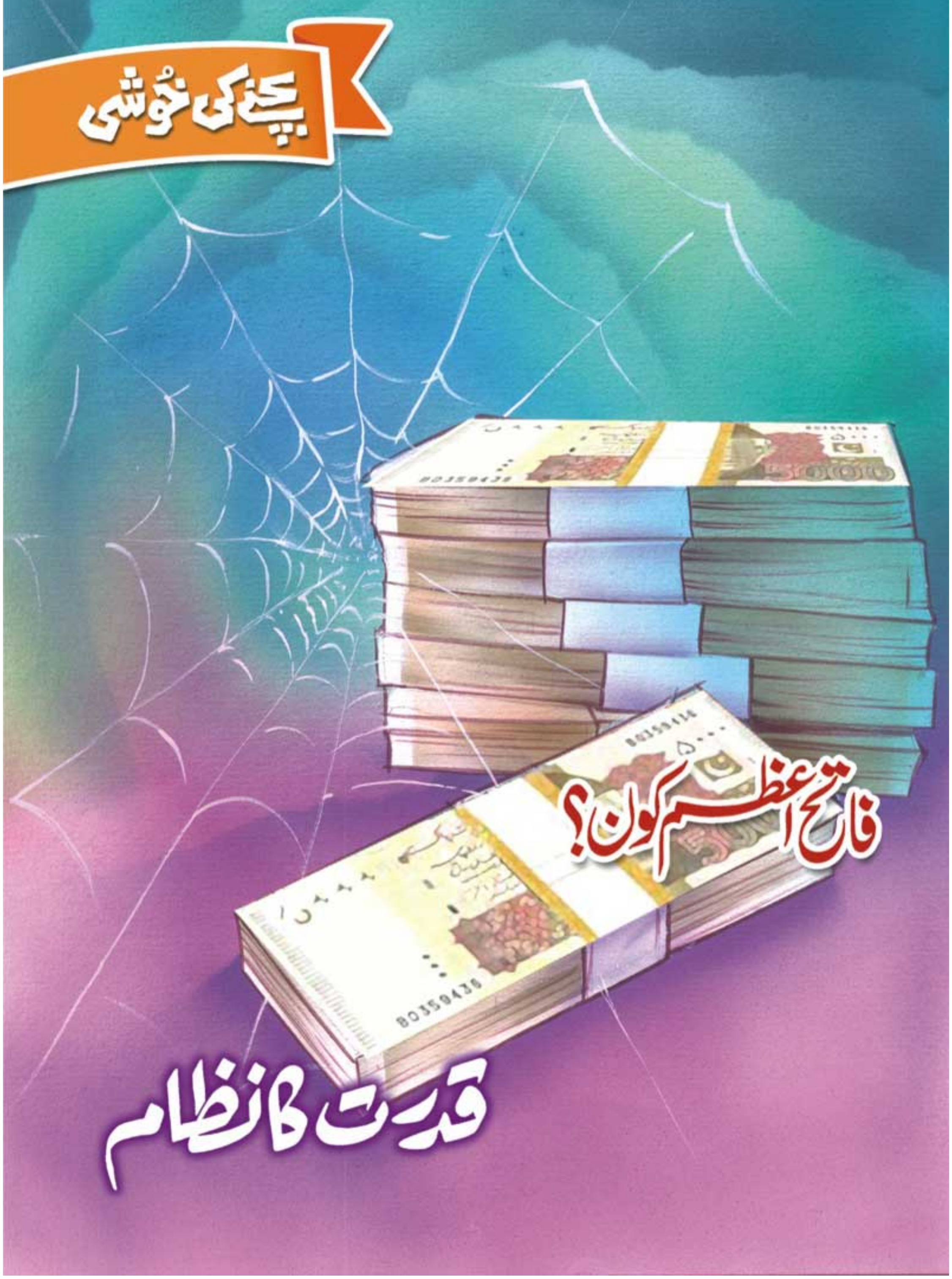

بسم اللہ الرحمن الرحیم

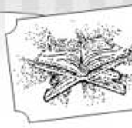

یہ میرا راستہ ہے

''(اے پیغمبر!) کہہ دو کہ یہ میرا راستہ ہے۔ میں بھی پوری بصیرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں اور جنھوں نے میری پیروی کی ہے، وہ بھی اللہ کی طرف بلاتے ہیں، اور اللہ (ہر قسم کے شرک سے) پاک ہے اور میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتے ہیں۔ (سورہ یوسف:108)

قیامت سے پہلے پہلے

''ابو امامہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جس شخص نے جہاد نہیں کیا، نہ ہی کسی مجاہد کا سامان درست کیا (تیار کیا) اور نہ ہی خیر کے ساتھ مجاہد کے گھر میں اس کا جانشین رہا ہے (یعنی مجاہد کی عدم موجودگی میں نہ اس کے گھر والوں کی خبر گیری کی ہے) قیامت کے دن سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ اسے کوئی سخت مصیبت پہنچا کر رہے گا۔'' (ابوداؤد)

دو باتیں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ:

آج جس وقت میں یہ دو باتیں لکھ رہا ہوں، چھبیس واں روزہ ہے... عید میں تین دن باقی ہیں... عید کا لفظ خوشی کا ایک طاقت ور احساس دلاتا ہے... اس روز بچے، نوجوان اور بوڑھے سبھی بے پناہ خوشی محسوس کرتے ہیں... خوشی محسوس کرنے کی ان کے پاس ایک طاقت ور وجہ موجود ہوتی ہے... ایک ماہ کے روزے رکھنے کے بعد یہ دن آتا ہے... اس لیے بھی خوشیاں ساتھ لاتا ہے... روزے داروں کے لیے یہ دن خاص خوشی کا دن ہے... اس لیے بھی اس دن خوشی منائی جاتی ہے... لیکن!

لیکن آپ نے سنا ہوگا... میں نے بھی سنا ہے... بلکہ ہم جب سے پیدا ہوئے ہیں... یہی سنتے چلے آئے ہیں، دنیا میں خوشی اور غم ساتھ ساتھ چلتے ہیں... کبھی ہم خوشیوں سے مالا مال ہوتے ہیں تو کبھی دکھ اور غم سے واسطہ پڑتا ہے... مطلب یہ کہ خوشی اور غم زندگی کی گاڑی کے دو پہیے ہیں... زندگی کی گاڑی ساری زندگی انھی دو پہیوں پر بسر ہوتی ہے... اور آخر تمام ہوتی ہے...

جہاں خوشیاں قسم قسم کی ہیں، وہاں غم بھی طرح طرح کے ہیں... خوشیاں اگر ان گنت ہیں تو غم بھی بے حساب ہیں... آپ انھیں گن نہیں سکتے، گننے لگیں تو عاجز آ جائیں... اور کامیاب نہ ہو سکیں...

لیکن یہ تو عید کا موقع ہے... تو پھر میں کیوں ایسی عجیب و غریب باتیں کر رہا ہوں... ایسی عجیب و غریب باتیں... جو اٹھائی جائیں نہ دھری جائیں... اگرچہ یہ شمارہ آپ اس وقت پڑھیں گے جب عید کو گزرے ایک ماہ ہونے والا ہوگا، کیونکہ یہ شمارہ ہے تین ستمبر کا اور عید ہے 9 اگست کی... اس حساب سے میرے اس وقت جو محسوسات ہیں، وہ آپ کے اس وقت نہیں ہوں گے، کیونکہ عید تو گزر بھی چکی ہوگی اور میری عید ابھی آنے والی ہے... اس لحاظ سے یہ باتیں عجیب ہیں نا...

لیکن ان دو باتیں میں ایک اور بھی دکھ بھری بات موجود ہے... اسی بات کے لیے تو یہ دو باتیں لکھ رہا ہوں اور لکھ کیا رہا ہوں... یہ دو باتیں تو اپنے آپ کو خود مجھ سے لکھوا رہی ہیں اور جو دو باتیں خود اپنے آپ کو مجھ سے لکھوائیں... ان کے اثر کی بات ہی اور ہوتی ہے... تو یہ بھی اسی قسم کی دو باتیں ہیں...

آج سے... یعنی 5 اگست سے چھ دن پہلے 29 جولائی کی دوپہر سے کچھ پہلے میرے قریبی عزیز، میرے چھوٹے بھائی آفتاب احمد مرحوم کے ساڑھو کا سوا دو سال کا بچہ گھر سے باہر نکل آیا اور تھوڑی دیر بعد جب گھر کے افراد اسے دیکھنے نکلے کہ کہاں چلا گیا تو وہ اس طرح غائب تھا جیسے زمین کھا گئی ہو یا آسمان نگل گیا ہو... ہر طرف دوڑ بھاگ شروع ہوئی... اس وقت تک پریشانی زیادہ نہیں تھی، کیونکہ چھوٹا سا بچہ زیادہ دور تو جا نہیں سکتا تھا... خیال تھا، جلد ہی مل جائے گا... لیکن پھر وقت گزرتا چلا گیا... تلاش کا دائرہ وسیع ہوتا چلا گیا... ماں اور باپ اور تمام لواحقین کی پریشانی میں اضافہ ہوتا چلا گیا... مجھے دوسرے دن اطلاع ملی... میں فوراً وہاں پہنچا... وہاں موت کا سناٹا طاری تھا... ایسا سناٹا... جس پر موت بھی دھک سے رہ جائے...

آج اس واقعے کو پورے سات دن ہو چلے ہیں... اس بچے عبدالحنان کا ابھی تک کوئی پتا نہیں چل سکا... ماؤں کے لال چھین لینے والو! تین دن بعد آنے والی عید اس ماں کے لیے کیسی عید ہوگی... اور اگر بچہ نہ ملا تو اس کی باقی زندگی کیسی ہوگی... شاید روئے زمین پر اس سے بڑا جرم کوئی نہیں...

آپ سبھی سے انتہائی خلوص سے دعاؤں کی التجا ہے... اس ماں کا خیال رکھتے ہوئے دعا کریں... آج سے سات آٹھ سال پہلے بٹل کے ایک مدرس صاحب کا بیٹا اغوا کر لیا گیا تھا، میں نے انھی دو باتیں میں اس کے لیے دعاؤں کی درخواست کی تھی... اللہ کی مہربانی سے وہ مل گیا تھا، اس لیے مجھے اب بھی پوری امید ہے، آپ سب کی دعائیں ان شاء اللہ رنگ لائیں گی... اور کیا خبر... یہ خبر آپ تک پہنچنے سے پہلے ہی بچہ مل جائے... اللہ کرے، ایسا ہو جائے آمین... ثم آمین...

والسلام

سالانہ زرِ تعاون اندرونِ ملک : 600 روپے، بیرونِ ملک : 3700 روپے

خط کتابت کا پتہ

''بچوں کا اسلام'' دفتر روزنامہ اسلام ناظم آباد 4 کراچی فون: 021 36609983

بچوں کا اسلام انٹرنیٹ پر بھی : www.dailyislam.pk ای میل: bkislam4u@gmail.com

فاتح اعظم کون؟

سکندر اعظم (الیگزنڈر)20 سال کی عمر میں بادشاہ بنا۔ 23 سال کی عمر میں مقدونیہ سے نکلا۔ سب سے پہلے یونان فتح کیا، پھر ترکی میں داخل ہوا، پھر ایران کے دارا کو شکست دی، پھر شام میں داخل ہوا اور وہاں سے یروشلم اور بابل کا رخ کیا اور پھر مصر تک پہنچا۔ وہاں سے ہندوستان آیا اور راجہ پورس کو شکست دی، اپنے عزیز از جان گھوڑے کی یاد میں پھالیہ شہر آباد کیا اور پھر مکران کے راستے واپسی کے سفر میں ٹائیفائیڈ میں مبتلا ہو کر بخت نصر کے محل میں 33 سال کی عمر میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ دنیا کو بتا گیا کہ وہ اپنے وقت کا عظیم فاتح جنرل اور بادشاہ تھا اور اسی وجہ سے دنیا اسے سکندر اعظم کے لقب سے یاد کرتی ہے۔

☆

آج دنیا کے مؤرخین کے سامنے یہ سوال رکھا جاسکتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے کیا واقعی الیگزنڈر، فاتح اعظم کے لقب کا حق دار ہے؟

آیئے موازنہ کریں۔

الیگزنڈر جب بادشاہ بنا تو اسے بہترین ماہروں نے گھڑ سواری اور تیر اندازی سکھائی، اسے ارسطو جیسے استادوں کی صحبت ملی اور جب 20 سال کا ہوا تو اسے تخت و تاج پیش کر دیا گیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سات پشتوں میں سے کوئی بادشاہ نہیں گزرا تھا اور وہ اونٹ چراتے چراتے جوان ہوئے تھے۔ آپ نے نیزہ بازی اور تلوار بازی کا ہنر بھی کسی استاد سے نہیں سیکھا تھا۔ الیگزنڈر نے ایک منظم فوج کے ساتھ دس برسوں میں 17 لاکھ مربع میل کا علاقہ فتح کیا جب کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بغیر کسی بڑی منظم فوج کے دس برسوں میں 22 لاکھ مربع میل کا علاقہ فتح کیا جس میں روم اور ایران کی دو عظیم مملکتیں بھی شامل تھیں۔

یہ تمام علاقہ جو گھوڑوں کی پیٹھ پر سوار ہو کر فتح ہوا، اس کا انتظام بھی خود حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بہترین انداز میں چلایا۔ الیگزنڈر نے جنگوں کے دوران بے شمار جرنیلوں کا قتل بھی کرایا اور اس کے خلاف بغاوتیں ہوئیں۔ ہندوستان میں اس کی فوج نے آگے بڑھنے سے انکار بھی کیا، لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کسی ساتھی کو ان کے حکم سے سرتابی کی جرأت نہ ہوئی۔ وہ ایسے جرنیل تھے کہ عین میدان جنگ میں خالد بن ولید جیسے سپہ سالار کو معزول کیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو کوفے کی گورنری سے ہٹایا اور حضرت عمرو بن العاص کا مال ضبط کیا، لیکن ان تمام سخت فیصلوں کے خلاف کسی کو خلاف ورزی کی جرأت نہ ہوئی۔

☆

الیگزنڈر نے 17 لاکھ مربع میل کا علاقہ فتح کیا، لیکن دنیا کو کوئی نظام نہ دے سکا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دنیا کو ایسے ایسے نظام دیے جو آج تک دنیا کے کسی نہ کسی کونے میں رائج ہیں۔

حافظ نوید احمد عجمی۔ اٹک

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دستر خوان پر کبھی دو سالن نہیں ہوئے تھے۔ سفر کے دوران نیند کے وقت زمین پر اینٹ کا تکیہ بنا کر سو جایا کرتے تھے۔ آپ کے کرتے پر کئی پیوند ہوا کرتے تھے۔ آپ جب بھی کسی کو گورنر مقرر فرماتے تو تاکید کرتے تھے کہ کبھی ترکی گھوڑے پر نہ بیٹھنا، باریک کپڑا نہ پہننا، چھنا ہوا آٹا نہ کھانا، دربان نہ رکھنا اور کسی فریادی پر دروازہ بند نہ رکھنا۔ آپ فرماتے تھے کہ عادل حکمران بے خوف ہو کر سو جاتا ہے۔ آپ کی سرکاری مہر پر لکھا تھا کہ "عمر نصیحت کے لیے موت ہی کافی ہے۔"

آپ کا یہ فقرہ آج دنیا بھر کی انسانی حقوق کی تنظیموں کے لیے چارٹر کا درجہ رکھتا ہے۔

"مائیں اپنے بچوں کو آزاد پیدا کرتی ہیں، تم نے کب سے انھیں غلام بنا لیا۔" آپ کے عدل کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو فاروق کا لقب دیا اور آج دنیا میں عدل فاروقی ایک مثال بن گیا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شہادت کے وقت مقروض تھے، چنانچہ وصیت کے مطابق آپ کا مکان بیچ کر آپ کا قرض ادا کیا گیا۔

آج اگر دنیا بھر کے مؤرخین الیگزنڈر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا موازنہ کریں تو انھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پہاڑ جیسی شخصیت کے سامنے الیگزنڈر ایک کنکر سے زیادہ معلوم نہیں ہوتا، کیونکہ الیگزنڈر کی بنائی ہوئی سلطنت اس کی موت کے 5 سال بعد ختم ہو گئی جب کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جس خطے میں اسلام کا علم بلند کیا، وہاں آج بھی اللہ اکبر اللہ اکبر کی صدائیں گونج رہی ہیں۔

الیگزنڈر کا نام آج صرف کتابوں میں ملتا ہے جب کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دیے ہوئے نظام آج بھی کسی نہ کسی شکل میں دنیا کے بے شمار ملکوں میں رائج ہیں۔ آج بھی جب کبھی کوئی خط کسی ڈاکخانے سے نکلتا ہے یا کوئی سپاہی وردی پہنتا ہے یا پھر کوئی معذور یا بیوہ حکومت سے وظیفہ پاتی ہے تو بلاشبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عظیم سلطنت کے نظام اور عظمت کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔

تقسیم ہند کے دوران لاہور کے مسلمانوں نے ایک مرتبہ انگریزوں کو دھمکی دی کہ اگر "ہم گھروں سے نکل پڑیں تو تمھیں چنگیز خان یاد آجائے گا" اس پر جواہر لال نہرو نے کہا کہ "افسوس مسلمان یہ بھول گئے کہ ان کی تاریخ میں کوئی عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی تھا۔"

اور واقعی آج ہم یہ بھول گئے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ "میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہوتا۔"

آوٹ آف بازار

ہو اگرچہ آؤٹ آف بازار آم
ہے مجھے ہر حال میں درکار آم

آم کا عاشق اسے کیسے کہوں
وہ جو کھاتے ہیں فقط دو چار آم

منہ میں پانی آنے لگتا ہے مرے
جب بھی کرتا ہوں ترا دیدار آم

آم کی قلت پڑے گی ملک میں
اس قدر کھاؤں گا میں اس بار آم

میرے سارے رخ پہ آجاتا ہے رنگ
دیکھتا ہوں جب ترے رخسار آم

متفق ہیں اس میں اہلِ پاک و ہند
ہے تمام اثمار کا سردار آم

لاکھ بڑھ جائے ترا ہرجائی پن
کم نہیں ہو سکتا میرا پیار آم

میں بڑھاپے میں اسے کیوں چھوڑ دوں
ہے اثر بچپن سے میرا یار آم

اثر جونپوری

واقعات صحابہ کے

76

عبداللہ فارانی

قدم بہ قدم

حضرت جبیر بن نضیر رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کہا:

''لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ خلیفہ بننا چاہتے ہیں، کیا یہ بات درست ہے۔''

جواب میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''عرب کے بڑے سردار میرے ہاتھ میں تھے۔ جس سے میں جنگ کرتا تھا، وہ اس سے جنگ کرتے تھے اور جس سے میں صلح کرتا تھا، وہ اس سے صلح کرتے تھے، لیکن میں نے خلافت کو چھوڑ دیا، تاکہ اللہ تعالیٰ خوش ہوجائیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا خون نہ بہے۔ تو کیا اب میں حجاز کے کمزور لوگوں کے ذریعے خلافت چھیننے کا ارادہ کرسکتا ہوں (یعنی جب میرے ساتھ بڑے اور طاقت ور لوگ تھے، میں نے تو اس وقت خلافت چھوڑ دی تھی، اب تو میرے ساتھ کمزور لوگ ہیں، اب میں خلیفہ بننے کا ارادہ کس طرح کرسکتا ہوں)

○

یزید بن معاویہ نے حضرت عبداللہ بن اوفیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت اشعث صنعانی رحمہ اللہ کو بھیجا۔ اس وقت حضرت عبداللہ بن اوفیٰ کے پاس بہت سے صحابی بیٹھے تھے، حضرت ابو اشعث نے ان سے پوچھا:

''آپ اس وقت لوگوں کو کیا کرنے کا حکم دیتے ہیں۔'' (یعنی اس وقت مسلمانوں میں آپس میں جنگیں ہورہی تھیں)

انھوں نے فرمایا:

''مجھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ اگر میں (مسلمانوں میں آپس میں لڑنے کے) ایسے حالات دیکھوں تو اپنے گھر میں بیٹھ جاؤں۔''

حضرت اشعث نے پوچھا:

''اگر کوئی میرے گھر میں گھس آئے (تو کہاں جاؤں)؟''

''اندر والی کوٹھری میں بیٹھ جانا، اگر کوئی وہاں بھی تمھیں قتل کرنے کے لیے آجائے تو پھر اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ جانا (یعنی قتل ہونے کے لیے تیار ہوجانا اور اس سے کہنا، مجھے قتل کرکے اپنا اور میرا گناہ اپنے سر لے لے اور دوزخیوں میں شامل ہوجا اور ظالموں کی یہی سزا ہے، لہٰذا میں اپنی تلوار توڑ چکا ہوں اور گھر میں بیٹھ چکا ہوں۔ جب کوئی میرے گھر میں گھس آئے، تو میں اپنی اندر والی کوٹھری میں گھس جاؤں گا اور جب کوئی وہاں بھی آجائے گا تو میں گھٹنوں کے بل بیٹھ کر وہی کہوں گا، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتایا ہے۔''

○

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تلوار عنایت فرمائی اور فرمایا:

''اے محمد بن مسلمہ! اس تلوار کو لے کر اللہ کے راستے میں جہاد کرتے رہو اور جب تم دیکھو کہ مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑنے لگی ہیں تو یہ تلوار پتھر پر مار کر توڑ دینا اور پھر اپنی زبان اور ہاتھ کو روکے رکھنا، یہاں تک کہ یا تو موت آکر فیصلہ کر دے یا پھر لوگ تمھیں قتل کردیں۔''

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کردیے گئے اور ان لوگوں میں آپس میں لڑائی شروع ہوگئی تو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اپنے گھر کے صحن میں رکھی ہوئی چٹان کے پاس گئے اور اس تلوار کو اس پہ مار کر توڑ دیا۔

○

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ ایک شہزادے تھے۔ جب انھیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر جانے کی خبر پہنچی تو یہ اپنی قوم کے نمایندے بن کر مدینہ منورہ پہنچے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات سے پہلے ان کی ملاقات آپ کے صحابہ رضی اللہ عنھم سے ہوئی۔ صحابہ کرام نے انھیں بتایا:

''آپ کے آنے سے تین دن پہلے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے آنے کی خوش خبری سنادی تھی اور آپ نے فرمایا تھا:

'تمھارے پاس وائل بن حجر آرہے ہیں۔'

پھر حضرت وائل کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے انھیں خوش آمدید کہا، ان کے لیے اپنی چادر بچھائی اور انھیں اپنے قریب بٹھایا۔ پھر لوگوں کو بلایا۔ جب سب لوگ آپ کے پاس آگئے تو آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ انھیں اپنے ساتھ منبر پر لے گئے۔ حضرت وائل منبر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیچے بیٹھے تھے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا:

محبت الٰہیہ کتب کا پیکیج
فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ
محبتِ الٰہیہ
صفحات 374
2 عورت کے بندے
3 فتنہ انکار حدیث
4 بدعات مروجہ
5 نماز میں مردوں کی غفلتیں
6 نفس کے بندے
7 نماز میں خواتین کی غفلتیں
8 اسلام میں ڈاڑھی کا مقام
9 مرض و موت
10 اصلاحِ خلق کا الٰہی نظام
اصل قیمت ~~750/=~~
رعایتی قیمت 450/=
منی آرڈر روانہ فرمائیں ڈاک خرچ مفت
کتاب گھر
السادات سینٹر بالمقابل دارالافتاء والارشاد ناظم آباد نمبر 4، کراچی 75600
فون: 021-36688747,36688239
ایکسٹینشن: 211 موبائل: 0305-2542686

طویل سمندری پُل

آپ سے ایک سوال ہے۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ دنیا کا طویل ترین سمندری پل کہاں ہے؟ اگر نہیں تو ہم آپ کو بتائے دیتے ہیں کہ چین میں۔ جی ہاں! چین کے پاس دنیا کی سب سے طویل ترین دیوار "دیوار چین" تو تھی ہی مگر اس نے اب دنیا کا طویل ترین سمندری پل بھی بنالیا ہے۔ اس پل کا نام جائیوز وبے پل ہے اور یہ بیالیس کلومیٹر طویل ہے۔ اس پل کے ذریعے سے چین کے ساحلی شہر چنگڈاڈ کو جزیرہ ہوانگ سے ملایا گیا ہے۔ اس کی چوڑائی ایک سو میٹر ہے۔ اپنی نوعیت کے اس منفرد پل کی تعمیر پر ایک اعشاریہ پانچ ارب امریکی ڈاکر لاگت آئی ہے۔ اس پل کو پانچ ہزار ستون سمندر میں سہارا دیے ہوئے ہیں۔ یہ پل صرف چار سال کے مختصر عرصے میں مکمل ہوا۔ اس پر تین راستے بنائے گئے ہیں۔ کہیں سیدھا، کہیں بل کھاتا یہ پل چین کی زینت قرار دیا جارہا ہے۔

فہیم احمد۔ بھکر

اپنی خوشی سے آئے ہیں۔ کسی نے انھیں آنے پر مجبور نہیں کیا اور وہاں شہزادوں میں سے بس یہی باقی رہ گئے ہیں اور اے وائل بن حجر! اللہ تعالیٰ تم میں اور تمہاری اولاد میں برکت عطا فرمائے۔"

یہ فرمانے کے بعد حضور ﷺ منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔ پھر آپ نے مدینہ منورہ سے دور ایک مقام پر انھیں ٹھہرانے کا حکم فرمایا اور حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"تم انھیں اپنے ساتھ اس جگہ تک لے جاؤ، جہاں انھیں ٹھہرانا ہے۔"

آپ کے حکم کے مطابق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے پاس پہنچے۔ حضرت وائل مسجد سے نکلے اور اپنی سواری پر بیٹھ گئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا:

"آپ مجھے بھی اپنی سواری پر بٹھالیں۔ زمین بہت گرم ہے اور یہ میرے تلوے جلا رہی ہے۔"

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بات سن کر حضرت وائل بن حجر نے کہا:

"میں تمہیں اپنی اونٹنی پر بٹھا تو لیتا، لیکن تم شہزادے نہیں ہو (یعنی میری حیثیت کے آدمی نہیں ہو) اس لیے تمہیں ساتھ بٹھانے سے لوگ طعنہ دیں گے کہ کیسے معمولی آدمی کو ساتھ بٹھا رکھا ہے اور یہ بات مجھے پسند نہیں ہے۔"

یہ سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

"میں ننگے پاؤں ہوں، آپ اپنے جوتے اتار کر دے دیں، تاکہ میں گرم زمین سے بچا رہوں۔"

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے کہا:

"میں تمہیں چمڑے کے یہ دو جوتے دینے میں کنجوسی نہ کرتا، لیکن تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو بادشاہوں کا لباس پہنتے ہیں۔ اس لیے جوتی دینے پر لوگ مجھے طعنہ دیں گے اور یہ بات مجھے پسند نہیں۔"

اس طرح شدید گرم زمین پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ننگے پاؤں حضرت وائل کو اس مقام تک لے چلے جہاں پہنچنے کا حکم ملا تھا۔

پھر ایک وقت آیا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے خلیفہ بن گئے تو انھوں نے حضرت بسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔

"اس پورے علاقے کے لوگوں نے تو میری بیعت کر لی ہے، اب تم اپنا لشکر لے کر روانہ ہو جاؤ اور لوگوں سے میری بیعت لو اور مدینہ تک جاؤ۔ مدینہ والوں سے بھی میری بیعت لو اور اگر تمہیں وائل بن حجر زندہ مل جائیں تو انھیں میرے پاس لے آنا۔"

چنانچہ حضرت بسر بن ارطاۃ نے حکم کی تعمیل کی اور حضرت وائل بن حجر تک بھی پہنچے۔ آپ نے انھیں ساتھ لیا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کا ان کی شان کے مطابق استقبال کیا۔ اپنے دربار میں انھیں لے آئے، اپنے ساتھ بٹھالیا۔ اس کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

"میرا یہ تخت بہتر ہے یا آپ کی اونٹنی کی پشت؟"

اس پر حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے کہا:

"اے امیر المومنین! میں کفر اور جاہلیت چھوڑ کر نیا نیا اسلام میں داخل ہوا تھا اور جاہلیت والے طور طریقے ابھی ختم نہیں ہوئے تھے اور میں نے آپ کو سواری پر بٹھانے اور جوتی دینے سے جو انکار کیا تھا تو یہ سب جاہلیت کا اثر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے پاس کامل ایمان بھیجا ہے۔ اس اسلام نے ان تمام کاموں پر پردہ ڈال دیا جو میں نے کیے ہیں۔"

اس کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا:

"آپ ہمارے ساتھ شامل ہو کے ہمارے مخالفین سے جنگ کیوں نہیں کرتے۔"

اس کے جواب میں حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

"کیا آپ کو معلوم نہیں کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت پر حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کیا کیا تھا۔"

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

"انھوں نے کیا کیا تھا۔"

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"انھوں نے اپنی تلوار کو پتھر پر مار کر توڑ دیا تھا۔"

یعنی مسلمانوں کے دو گروہوں میں جنگ ہونے کی صورت میں کسی کی طرف سے بھی نہ لڑنے کا فیصلہ کیا تھا اور حضور ﷺ کی یہی ہدایت تھی۔ (جاری ہے)

تصویر کی دھمکی (2)

اشتیاق احمد

کئی سیکنڈ تک ان کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکل سکا۔ شابو ٹکٹکی باندھے ان کی طرف دیکھتا رہا، آخر اس نے کہا:

"میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ یہ کام آپ کے بس کا نہیں۔ مسٹر گھوش ایک بہت ماہر قفل شکن ہے، تالے توڑنے اور تجوریاں کھولنے میں اس کا جواب نہیں، اسی لیے میں یہ کام اس سے کرانا چاہتا تھا، لیکن وہ مانا ہی نہیں۔"

"ہوں! آپ فکر نہ کریں۔ تفصیل بتائیں۔" اس کا جملہ سن کر آصف نے کہا۔

"کیا مطلب! کیا آپ یہ کام کریں گے۔"

"ہاں! ہم بھی کچھ کم ماہر نہیں ہیں قفل توڑنے میں۔ یہ بتایئے، چرانا کیا ہے اور کس گھر سے چرانا ہے۔" آصف بولا۔

"فکر نہ کریں، میں پوری تفصیل بتاؤں گا اور اگر آپ اس کام کو کرنے میں کامیاب ہو گئے تو تیس ہزار روپے آپ کے۔"

"ہم یہ کام رقم کے لالچ میں نہیں کر رہے، آپ کی پریشانی دور کرنے کے لیے کریں گے، لیکن اس سے پہلے ہم یہ معلوم کریں گے کہ چکر کیا ہے، آپ کیوں کسی کے گھر میں چوری کرانا چاہتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے، میں آپ کو ہر بات بتاؤں گا، گھبرائیں نہیں، میں کسی کے گھر سے نقدی یا زیورات چوری کرانے کی نیت نہیں رکھتا۔ بات دراصل یہ ہے کہ اس قصبے کے ایک شخص نے میرا جینا حرام کر رکھا ہے۔ اس کا نام سردار ہارون ہے، کسی زمانے میں میں اس کا ملازم تھا، اس کی فیکٹری کا منیجر، ایک رات اس نے مجھے فون کر کے بلایا، میں اس کے گھر پہنچا، تو کوٹھی اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی، میں سمجھا فیوز اڑ گیا ہے، ٹٹولتا ہوا ایک کمرے میں داخل ہوا، لیکن کسی چیز سے ٹھوکر کھا کر گرا۔ ٹٹول کر دیکھا تو وہ ایک انسانی جسم تھا۔ میرے منہ سے چیخ نکل گئی۔ بدن کو ٹٹولنے کے دوران میرا ہاتھ ایک خنجر سے جا لگا، بے خیالی میں میں نے خنجر کو پکڑ لیا، عین اسی وقت کمرہ روشن ہو گیا۔ دو تین بار کیمرے کے بلب جلے، چند سیکنڈ میں ہی مجھے معلوم ہو گیا کہ جب میرے ہاتھ میں خنجر تھا اور میرے کپڑے خون آلود ہو چکے تھے، اس وقت میری اور لاش کی تصویریں لے لی گئیں، اس کے ساتھ ہی سردار ہارون کے الفاظ سنے:

"مسٹر شابو! اب تم ایک قاتل بن چکے ہو... لیکن تم فکر نہ کرو، میں تمہیں پولیس کے حوالے نہیں کروں گا۔"

"لیکن میں نے قتل نہیں کیا۔" میں نے گھبرا کر کہا۔

"ٹھیک ہے، لیکن پولیس ان تصویروں کی موجودگی میں تمہاری کوئی بات سچ تسلیم نہیں کرے گی، لہٰذا قانون کی نظر میں تم قاتل ہی ٹھہرائے جاؤ گے۔"

"آخر آپ کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"مجھے ایک غلام کی ضرورت تھی، سو غلام مجھے مل گیا، آج کے بعد میں تمہیں جو حکم بھی دوں گا، تم اسے بجا لاؤ گے جس روز بھی تم نے میرا حکم ماننے سے انکار کیا، یہ تصویریں پولیس کے حوالے کر دی جائیں گی۔"

سردار ہارون کے الفاظ سن کر میں سکتے میں آ گیا۔ ابھی تک میں نہیں سمجھ سکا تھا کہ قتل کون ہوا ہے، اب میں نے نیچے دیکھا تو معلوم ہوا، لاش سردار ہارون کے باورچی روشن کی تھی، اس باورچی سے میرا کئی بار جھگڑا ہو چکا تھا، مالی اور ڈرائیور اس بات کے گواہ تھے، گویا وہ عدالت میں یہ بیان دیتے کہ میں نے جان بوجھ کر باورچی کو قتل کیا ہے۔ اب تو میرے اوسان خطا ہو گئے، میں نے چاہا، کیمرہ سردار ہارون کے ہاتھ سے جھپٹ لوں اور فرار ہو جاؤں، لیکن اسی وقت غسل خانے سے مالی اور ڈرائیور نکل کر میرے سامنے آ گئے اور میں کچھ نہ کر سکا۔ اس کے بعد مجھے ایک کمرے میں بند کر دیا گیا، کئی گھنٹے بعد باہر نکالا گیا تو کوٹھی میں لاش کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ فرش دھو دیا گیا تھا، یہ بات مجھے معلوم تھی کہ باورچی کا آگے پیچھے کوئی نہیں تھا، اس کا معاملہ چھپا رہ سکتا تھا، دوسرے دن مجھے تصویریں دکھا دی گئیں۔ ان کی روشنی میں میں مجرم تھا۔ اس کے بعد مجھ پر سردار ہارون کی حقیقت کھلی، دراصل وہ ایک بہت بڑا اسمگلر ہے، دوسرے ملکوں سے قیمتی چیزیں غیر قانونی طور پر ملک میں لاتا ہے اور خفیہ مارکیٹ میں فروخت کرتا ہے، اس طرح وہ لاکھوں روپے ماہانہ کماتا ہے، اب اس نے اس کام پر مجھے بھی لگا رکھا ہے۔ مال لانے کا اور فروخت کے مقام تک پہنچانے کا کام مجھ سے بھی لیا جاتا ہے، میں اس کا راز پولیس کو بتا سکتا ہوں، لیکن وہ مجھے ان تصویروں کے ذریعے قاتل ثابت کر دے گا اور اس طرح میں بھی پھنس جاؤں گا۔ پولیس کی مدد کے سلسلے میں میرا اسمگلنگ کا جرم تو معاف کیا جا سکتا ہے، لیکن قتل معاف نہیں ہو سکتا، لہٰذا میں یہ چاہتا ہوں کہ کسی طرح سردار ہارون کی تجوری سے تصویروں کا لفافہ اڑا لوں، اس کے بعد میں پولیس اسٹیشن پہنچ کر پولیس کو سردار ہارون کے بارے میں ایک ایک بات بتا دوں گا۔" یہاں تک کہہ کر شابو خاموش ہو گیا۔

آفتاب اور آصف سوچ میں گم ہو گئے۔ اس کیس میں ہاتھ ڈال کر وہ نہ صرف ایک بے گناہ کی مدد کرتے بلکہ ایک سمگلر کی گرفتاری میں معاون بھی ثابت ہو سکتے تھے، اس کے ساتھ ساتھ ایک بے گناہ شخص کا قاتل بھی گرفتار ہو جاتا۔

"لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ سردار ہارون نے باورچی کو کیوں قتل کیا تھا؟"

"یہ بات تو آج تک مجھے بھی معلوم نہیں ہو سکی۔" شابو نے کہا۔

"خیر! ہم آپ کے کام ضرور آئیں گے، کیونکہ یہ تو ایک نیک کام ہے، ویسے کیا آپ نے اس دوران تصویریں حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی۔"

"کئی بار کوشش کر چکا ہوں، لیکن میں تالا کھولنے کا ماہر نہیں ہوں، صاف ظاہر ہے کہ یہ کام تو کوئی ایسا آدمی ہی کر سکتا ہے جو قفل توڑنے اور تجوریاں کھولنے کا ماہر ہو، یہی وجہ ہے کہ میں نے مسٹر گھوش سے معاملہ طے کرنا چاہا تھا، لیکن وہ پچاس ہزار سے کم میں یہ کام کرنے کے لیے تیار نہیں ہے جب کہ میرے پاس اس وقت تیس ہزار روپے ہیں۔"

بہاولپور والے ہوشیار ہو جائیں!!!!

اب MIS FOUNDATION کی تمام کتابیں اور Cd's یہاں دستیاب ہیں

قاسمی نیوز، بہاولپور.
مولوی محمد اشرف صاحب
0333-6367755
0622731947

MIS™ FOUNDATION
روشن کریں جہاں کو
www.mis4kids.com

"کیا سردار ہارون تنخواہ نہیں دیتا۔"

"برائے نام ... جس سے دو وقت کی روٹی مشکل سے ملتی ہے، یہ تیس ہزار بھی میں نے منیجری کے زمانے میں جمع کیے تھے۔" اس نے کہا۔

"ہوں! خیر اب آپ یہ بتائیے کہ سردار ہارون کی کوٹھی کہاں ہے ... اس کا نقشہ کیا ہے، تجوری کس کمرے میں ہے۔"

"میں ہر بات تفصیل سے بتاؤں گا، لیکن سوال یہ ہے کہ آپ کس طرح کھولیں گے۔"

"اس کی آپ فکر نہ کریں۔"

"دوسری بات یہ کہ آپ تصویروں کے لفافے کے علاوہ کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگائیں گے۔"

"آپ فکر نہ کریں، ہم چور نہیں ہیں۔"

"شکریہ! سردار ہارون کی کوٹھی آغا روڈ کی تیسری گلی میں ہے ... کوٹھی کا نمبر دو سو بارہ ہے ... پھاٹک سے گزرنے کے بعد روش پر چلنا پڑے گا، پھر ایک برآمدہ دکھائی دے گا، اس برآمدے کے آخر میں سردار ہارون کا کمرہ ہے، تجوری اسی کمرے میں ہے، رات کے وقت سردار ہارون اور ان کی اہلیہ بھی اسی کمرے میں سوتے ہیں، لہٰذا ان کی موجودگی میں ہی آپ کو یہ کام کرنا ہوگا ... اس دوران ان کے جاگنے کا بھی خطرہ ہے، لہٰذا آپ کلوروفارم استعمال کر سکتے ہیں، میں نے کسی نہ کسی طرح تھوڑی سی مقدار میں کلوروفارم حاصل کر لیا ہے، یہ رہا اس شیشی میں، یہ رومال پر لگا کر آپ رومال ان کی ناکوں پر ہی چھوڑ دیجیے گا، تاکہ ان کے جلد ہوش میں آنے کا کوئی امکان ہی نہ رہے، اس کے بعد آپ نہایت اطمینان سے تجوری کھول کر تصاویر نکال سکتے ہیں، کیونکہ رات کے وقت بن بلائے کوئی ملازم سردار ہارون کے کمرے میں داخل ہونے کی جرأت نہیں کر سکتا۔" یہاں تک کہہ کر شابو خاموش ہو گیا۔

"اگر آپ اجازت دیں تو میں ایک سوال پوچھ لوں۔" آصف نے کچھ سوچ کر کہا۔

"ہاں ہاں! کیوں نہیں، آپ چاہے دس سوال پوچھیے۔"

"اگر یہ کام اتنا ہی آسان ہے تو آپ خود کیوں نہیں کر لیتے۔"

"میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ مجھے تجوریاں کھولنے کا کوئی تجربہ نہیں۔"

"اوہ ہاں! یاد آ گیا، یہ ذکر پہلے آ چکا ہے، اچھا خیر اور کوئی بات نہیں۔"

"اب صرف یہ مسئلہ ہے کہ آپ لوگ اندر کس طرح داخل ہوں گے، چار دیواری کے اندر داخل ہونے کا تو کوئی مسئلہ نہیں ہے، دیوار زیادہ اونچی نہیں ہے، آسانی سے پھلانگی جا سکتی ہے، لیکن اگر سردار ہارون کے کمرے کا دروازہ باہر سے بند ہوا تو پھر آپ کیا کریں گے۔"

"آج کل موسم گرمیوں کا ہے، کیا اس موسم میں بھی وہ اندر سے دروازہ بند کر کے سوتے ہوں گے۔"

"شاید! میں کچھ کہہ نہیں سکتا، تقریباً دو سال پہلے اس گھر میں آنا جانا تھا، اب خدا جانے سردار ہارون کا کیا معمول ہو، پہلے تو وہ دروازہ کھول کر ہی سویا کرتے تھے۔"

"خیر دیکھا جائے گا، ہم کسی نہ کسی طرح ان کے کمرے میں ضرور داخل ہوں گے، چاہے کچھ ہو جائے۔"

"اگر آپ دونوں اس کام میں کامیاب ہو گئے اور آپ نے مجھے تصویروں کا لفافہ دیا تو میں آپ کو تیس ہزار روپے پیش کر دوں گا، کیونکہ یہ آپ کا حق ہوگا۔"

"ہمیں تیس ہزار کا کوئی لالچ نہیں ہے، آپ فکر نہ کریں۔"

"سردار ہارون رات کو عام طور پر دس بجے تک سو جاتے ہیں اور ان کی بیگم بھی، اس لیے آپ دونوں کے لیے رات کو بارہ بجے کے قریب جانا مناسب رہے گا۔"

"ہوں ٹھیک ہے۔" آفتاب بولا۔

"اگر کوئی اور بات پوچھنی ہو تو پوچھ لیں، میں بتا دوں گا۔"

"شکریہ! ساری بات سمجھ میں آ گئی، اب صرف یہ بتا دیں کہ تصویروں والا لفافہ وصول کرنے آپ کب آئیں گے۔"

"میں کل کسی وقت یہاں آ جاؤں گا۔ آپ لوگ کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔"

"اسی ہوٹل میں کمرہ نمبر ایک سو گیارہ میں۔"

"تب میں آپ کے کمرے میں آ کر ہی لفافہ وصول کروں گا اور تیس ہزار روپے ادا کروں گا۔" اس نے کہا۔

"ہم کہہ چکے ہیں کہ ہم یہ کام انعام کے لالچ میں نہیں کر رہے۔"

"نہ سہی ... لیکن میرا تو یہ فرض ہے کہ آپ کی محنت کا صلہ آپ کو دے دوں، آخر مسٹر گھوش بھی تو اس کام کے 50 ہزار مانگ رہے تھے ... اور میں نے 30 ہزار کی پیش کش کی تھی۔"

یہ کہتے ہوئے شابو اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے دونوں سے ہاتھ ملایا اور بیرونی دروازے کی طرف مڑ گیا۔ وہ اسے جاتے ہوئے دیکھتے رہے، آخر اس کی نظروں سے اوجھل ہونے پر آصف نے کہا:

"اب ہمیں بھی اپنے کمرے میں چلنا چاہیے۔"

"کیوں! کمرے میں جا کر کیا کریں گے۔"

"رات کی اس مہم کے بارے میں غور کریں گے جو بیٹھے بٹھائے ہم نے مول لے لی ہے۔" آصف نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"غلط کہتے ہو، مہم ہم نے مول نہیں لی، بلکہ اس مہم سے تو ہمیں آمدنی ہونے کی امید ہے۔" آفتاب بولا۔

"مصیبت میں گھرنے کی امید بھی ہے۔"

"یہ ہمارے لیے کوئی نئی بات نہیں۔"

"اگر تم یہیں بیٹھے رہنا چاہتے ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں، لیکن میں کمرے میں جا کر غور کرنا چاہتا ہوں۔"

"کمال ہے، غور کرنے کے لیے کمرے میں جانا کیا ضروری ہے، غور تو یہاں بھی ہو سکتا ہے، خیر آؤ، تم بھی کیا یاد کرو گے۔" یہ کہہ کر آفتاب اٹھ کھڑا ہوا۔ آصف نے بھی اٹھنے میں دیر نہیں لگائی، لیکن ابھی میز کے پاس سے ہٹے نہیں تھے کہ انھوں نے مسٹر گھوش کو ہال میں داخل ہوتے دیکھا۔

گھوش انھی کی طرف چلا آ رہا تھا۔ (جاری ہے)

بچوں کے لیے خوبصورت، سبق آموز، اور دلچسپ
کتابیں اور کارٹون سی ڈیز
MIS™
FOUNDATION
روشن کریں جہاں کو
ہماری مصنوعات کی فہرست
ویب سائٹ پر دستیاب ہے
mis4kids.com

قدرت کا نظام

حکیم قاری محمد صادق۔ مظفر گڑھ

اس کی شادی کو ہوئے 5 سال گزر گئے تھے مگر کاروبار نہ ہونے اور کوئی سرکاری نوکری نہ ملنے کی وجہ سے آئے روز بیوی صاحبہ لڑتی جھگڑتی رہتی تھیں۔ یوں تو بھائی نعمان صاحب B.A پاس تھے مگر ریڑھی پر پھل یا سبزی لگا کر بیچتے تھے۔ کبھی سبزی یا پھل فروخت ہو جاتا تھا اور کبھی مہنگائی کی وجہ سے آدھا یا آدھے سے زائد مال بچ جاتا تھا اور اگلے روز گل سڑ جاتا تھا۔ یوں نعمان صاحب کی پچھلے دنوں کی کمائی ہوئی رقم دوبارہ نئے مال خریدنے میں خرچ ہو جاتی تھی اور ان 5 سالوں میں اللہ تعالیٰ نے بھائی نعمان کو 2 بیٹیاں بھی دے دی تھیں جو ماشاء اللہ اپنے والد کی طرح بہت خوب صورت تھیں۔

بھائی نعمان کرایے کے مکان میں رہائش پذیر تھے اور بڑی مشکل سے گھر کا گزارا چل رہا تھا۔ ان سب حالات کے باوجود بھائی نعمان صاحب پانچ وقت کی نماز کی پابندی، روزانہ قرآن پاک کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ سر پر سفید عمامہ، بدن پر سفید کرتہ اور شلوار، منہ پر ڈاڑھی بھلی لگتی تھی۔ بھائی نعمان صاحب نہایت سنجیدگی سے حالات کا مقابلہ کر رہے تھے، ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرتے تھے۔ ایک دن بیوی صاحبہ روٹھ کر اپنے میکے چلی گئیں۔ بھائی نعمان شام کو مزدوری کر کے گھر واپس آئے تو گھر کے مرکزی باہر والے دروازے پر تالا لگا ہوا تھا۔ اندر سے دونوں معصوم بچیوں کی چیخنے اور چلانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ تالے کے ساتھ سفید کاغذ کا ایک ٹکڑا بندھا ہوا تھا۔ بھائی نعمان نے کاغذ کھولا تو اس پر لکھا ہوا تھا، جناب نعمان صاحب میں نے 5 سال آپ کے ساتھ گزارے ہیں، 5 سال میں اکثر خود بھی بھوکے سوئے ہیں اور مجھے بھی بھوکا سلایا ہے مگر آپ نے کسی نہ کسی طرح میری بچیوں کو کبھی بھوکا نہیں سلایا ہے۔ آپ نے ہمیشہ میری عزت کی ہے۔ مجھے کبھی نہیں مارا۔ آپ بہت اچھے ہیں مگر غریب ہیں۔ اگر یوں ہی حالات چلتے رہتے تو میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھتی، لہٰذا میں نے اب فیصلہ کر لیا ہے کہ آپ کے ساتھ نہیں رہوں گی۔ آپ کی دونوں بیٹیاں بھی آپ کو مبارک اور ہاں تالے کی چابی باہر گلی میں اینٹ کے نیچے پڑی ہے اُٹھا لینا۔

والسلام

رانی

نعمان صاحب نے فوری طور پر اینٹ کے نیچے سے چابی اٹھائی اور تالا کھولا۔ اپنی دونوں معصوم بچیوں کو سینے سے لگایا اور چوما، رونے لگے۔ تھوڑی دیر بعد اپنی حالت کو سنبھالتے ہوئے بچیوں کو پیار کیا اور بچیوں کو بچے ہوئے فروٹ کھلائے۔ پانی پلایا اور سلا دیا۔ بچیاں سو گئیں مگر نعمان صاحب پریشانی کی وجہ سے ساری رات سو نہ سکے۔ بچیاں صبح پھر جاگ چکی تھیں اور نعمان صاحب بھی ایک عدد روٹی پکا چکے تھے اور اس روٹی کو پانی کے ساتھ گیلا کر کے بچیوں کو کھلایا اور اللہ کا شکر ادا کیا۔

9 بجے نعمان صاحب اپنے محلے کے امام مسجد محترم جناب مفتی عبداللہ صاحب کے پاس چلے گئے اور ساتھ ڈیڑھ سالہ کائنات اور 4 سالہ ثوبیہ بھی ساتھ تھیں۔ مفتی صاحب اپنے علاقے کے ضعیف العمر اعلیٰ اوصاف کے مالک علم و عمل اور تقویٰ کے پیکر فرشتہ صفت انسان تھے اور اللہ پاک نے انھیں کوئی اولاد نہیں دی تھی۔ مولانا مفتی عبداللہ صاحب نے نعمان کو دیکھ کر کہا:

''بھائی نعمان! آج 9 بج رہے ہیں اور آپ خلاف معمول ہمارے پاس آئے ہیں اور دونوں بچیوں کو بھی اٹھایا ہوا ہے، لگتا ہے، کوئی خاص بات ہے۔ آپ تو فجر کی نماز سبزی یا فروٹ منڈی میں پڑھتے ہیں۔'' نعمان صاحب نے مفتی صاحب کو تمام صورت حال سے آگاہ کیا۔ مفتی صاحب نے ساری بات سن کر نعمان سے کہا:

''میری اولاد نہیں ہے۔ آپ خود اور آپ کی یہ دونوں بچیاں میری اولاد ہیں۔ کرایے کا مکان چھوڑ دیں اور یہ محنت مزدوری والا کام بھی چھوڑ دیں۔ آج کے بعد جو کچھ میرے پاس ہے، آپ ہی کا ہے۔ مفتی صاحب خاندانی رئیس آدمی تھے۔ پورے محلے میں ان کے برابر کا کوئی بھی امیر آدمی نہیں تھا۔ مفتی صاحب نے نعمان کو علم دین پڑھانا شروع کر دیا۔ ٹھیک 5 سال بعد بھائی نعمان قاری اور عالم دین بن چکے تھے اور اپنے محلے کی مسجد میں مفتی صاحب کے حکم سے امام تھے۔ مفتی صاحب نے اپنے منہ بولے بیٹے نعمان کی اور نعمان کی دونوں بیٹیوں کی شادی کرادی۔ 2006ء میں مفتی عبداللہ کی بیوی اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ ایک سال بعد 2007ء میں مفتی صاحب بھی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اب مفتی صاحب کے سارے کاروبار کی ذمے داری مولانا قاری نعمان صاحب کے سپرد ہو گئی تھی۔ مولانا نعمان صاحب نے مفتی صاحب کی دیرینہ خواہش کے مطابق ایک بہت بڑا عالی شان رفاعی ادارہ قائم کیا۔ اس میں مختلف شعبہ جات، فری میڈیکل، فری ایمبولینس سروس، امداد برائے بیوہ خواتین، امداد برائے مصیبت زدگان قائم کیے۔ مولانا قاری نعمان صاحب کو اللہ پاک نے نئی بیوی سے دو بیٹے عطا کر دیے۔ ماشاء اللہ نئی بیوی عالمہ فاضلہ اور صورت سیرت کے اعتبار سے نہایت عمدہ خاتون تھیں۔

2010ء کو پاکستان میں سیلاب آیا، جس میں پاکستان کا چپہ چپہ، قریہ قریہ، شہر کے شہر متاثر ہوئے۔

مولانا قاری نعمان صاحب سیلاب زدگان کو بلا ناغہ اپنے ہاتھوں سے کھانا تقسیم کرتے تھے۔ روزانہ 100 عدد دیگیں پکتی تھی۔ سیلاب زدگان تک دور دور تک یہ بات پھیل گئی کہ فلاں جگہ پر مولانا قاری نعمان صاحب نے سیلاب زدگان کے لیے خیمہ بستی قائم کی ہے اور ہر طرح کی سہولت دے رہے ہیں۔ ایک شام مولانا نئے آنے والے سیلاب زدگان میں کھانا تقسیم کر رہے تھے کہ اچانک ایک خاتون کی کھانا لینے کی باری آئی۔ خاتون نے مولانا کے پاؤں پکڑ لیے اور زور زور سے رونے لگی۔ مولانا نے خاتون کے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا: ''اے میری بہن! اے اماں کیا بات ہے۔ کیوں رو رہی ہو! کیا آپ کا کوئی پیارا آپ سے بچھڑ گیا ہے یا کوئی اور مسئلہ ہے۔ خاتون نے کہا، آپ مجھے معاف کر دیں۔ مولانا نے کہا، آپ نے کون سی مجھ سے زیادتی کی ہے جو کہ میں آپ کو معاف کر دوں۔ اس عورت نے کہا، میں آپ کی بیوی رانی ہوں جو چند سال پہلے روٹھ کر میکے چلی گئی تھی۔'' مولانا نے کہا، کوئی بات نہیں ہے، ابھی بھی وقت ہے، اپنا گھر بسا لو، اپنی آخرت سنوار لو۔ اپنے رب کو منا لو، یوں رانی صاحبہ کئی سالوں بعد ادھیڑ عمر میں اپنے گھر واپس آ گئیں۔

بچنے کی خوشی

حافظ حمزہ شہزاد۔ سرائے سدھو

''آؤ... آؤ... اجمل میاں ... آج میں بہت خوش ہوں۔''

دروازے پر ہونے والی دستک سن کر میں باہر نکلا تو رفیق چہک کر بولا۔

''خیریت تو ہے رفیق صاحب!'' میں اس سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا: ''آج بن موسم چہرے پر مسکراہٹ اور لہجے میں شیرینی کیسے؟''

''بتاتا ہوں یار۔ پہلے بیٹھک کا دروازہ تو کھولو اور ایک اچھی سی چائے پلاؤ۔'' رفیق نے کہا۔

میں کندھے اچکاتا ہوا گھر میں داخل ہوا۔ بیوی کو چائے بنانے کے لیے کہا اور ٹھنڈے پانی کی بوتل اور گلاس لا کر بیٹھک میں رکھا اور بیٹھک کا دروازہ کھول کر رفیق کو اندر بلا لیا۔ رفیق کے ساتھ میرے کئی رشتے تھے۔ پہلے نمبر پر وہ میرا بے تکلف دوست تھا، پھر ہم کلاس فیلو رہ چکے تھے اور آج کل ایک ہی سکول میں پڑھا رہے تھے۔

''اب بتاؤ رفیق صاحب۔'' میں بے تکلفی سے بولا: ایک دوسرے کے ناموں کے ساتھ ''صاحب'' لگانے کی عادت سکول کی نوکری کے دوران ہوئی تھی۔ جب بچوں کے سامنے کسی استاد کا ذکر کرنا ہوتا تو ساتھ میں ''صاحب'' لگا دیا کرتے تھے۔

''یار آج میں بہت خوش ہوں۔'' رفیق نے پھر وہی جملہ بولا۔

''کچھ بتاؤ تو سہی۔'' میرا تجسس بڑھتا جا رہا تھا۔

''تیرا یہ دوست!'' اس نے اپنے قمیص کے کالر کو پکڑ کر ایک دو جھٹکے دیے: ''امیر ترین شخص بن گیا ہے۔''

''ہیں!'' میں حیرت کے مارے اچھل پڑا: ''تت۔ ا تم اور امیر۔ ہو نہیں سکتا۔''

''مگر یہ ہو گیا ہے اجمل صاحب!'' رفیق نے جوش میں آ کر میز پر مکا مارا۔ اس کے نتیجے میں پانی والی بوتل نیچے لڑھک گئی۔

اسی وقت گھر کے اندرونی دروازے پر دستک ہوئی۔ میں اٹھا اور چائے لا کر رفیق کے سامنے رکھی۔

''بتاؤ یار! کیسے امیر ہو گئے ہو۔ میرے پاس آج بھی تمہیں بتانے کے لیے کچھ ہے۔''

رفیق نے چائے کا کپ اٹھا کر چائے کی ایک چسکی لی اور بولا: ''میرا پچاس لاکھ کا انعام لگ گیا ہے۔''

''کک! کیا؟'' میرے ہاتھ سے چائے کا کپ چھوٹتے چھوٹتے بچا۔

''ہاں یار!'' رفیق بولا: ''پہلے ہمارے بھتیجے کو بلاؤ کچھ میٹھا منگواتے ہیں۔'' رفیق نے بٹوہ نکال کر حاتم طائی کی قبر کو لات ماری۔

''سب ہو جائے گا!'' میں نے اس کے بٹوے پر ہاتھ رکھا: ''اسے اپنی جیب میں رکھو اور مجھے تفصیل بتاؤ۔''

رفیق نے بٹوے کو جیب میں ڈالا اور جیب سے ایک لفافہ برآمد کیا۔ وہ ڈاک سے موصول ہونے والا خاکی رنگ کا لفافہ تھا۔ میں نے لفافہ کھول کر اندر سے ایک کاغذ برآمد کیا۔ کاغذ پر کسی کمپنی کا مونوگرام بنا ہوا تھا اور نیچے لکھا تھا:

''آپ کو یہ بتاتے ہوئے بہت خوشی ہو رہی ہے کہ ہماری کمپنی کی سالانہ قرعہ اندازی میں پہلا انعام آپ کا نکلا ہے جو مبلغ پچاس لاکھ روپے بنتا ہے۔'' اس کے نیچے انگلش میں مزید تفصیل لکھی ہوئی تھی۔ آخر میں دوسرا اور تیسرا انعام حاصل کرنے والوں کے نام اور پتے درج تھے جو پاکستان کے نہیں، بلکہ کسی اور ملک کے تھے۔ انعام وصول کرنے کے حوالے سے لکھا تھا: ''یہ آپ پر منحصر ہے کہ آپ انعام بینک کے ذریعے وصول کرنا چاہتے ہیں، ڈاک کے ذریعے منگوانا چاہتے ہیں یا ہمارا نمایندہ بریف کیس کے ذریعے انعام آپ کے گھر دے جائے۔'' اس کے نیچے انعام کی ترسیل پر ہونے والے اخراجات کے بارے میں بتایا گیا تھا جو کہ انعام لینے والے کو پیشگی ادا کرنے تھے۔

''واہ رفیق صاحب!'' میں نے کاغذ کو تہہ کر کے لفافے میں ڈالا: ''تم تو واقعی خوش قسمت ترین انسان ہو۔''

''ہاں یار! اللہ بہت مسبب الاسباب ہے۔'' رفیق عاجزی سے بولا۔

''اب یہ بتاؤ کہ انعام کس طریقے سے وصول کرو گے؟''

''میں نے سوچا ہے کہ انعام بذریعہ ڈاک وصول کیا جائے۔''

''اور اگر ہم ان کا نمایندہ بلوالیں تو؟''

''نہیں یار! ڈاک کے ذریعے ٹھیک ہے۔ اس پر اخراجات بھی کم ہیں۔''

''کتنے کم ہیں؟''

''ڈاک کے ذریعے روپے منگوانے پر کمپنی نے صرف پندرہ ہزار روپے منگوائے ہیں مگر بینک اور نمایندے کے ذریعے منگوانے پر بیس ہزار روپے کا خرچ آئے گا۔''

''کیا تم یہ خرچ ادا کرنے کے لیے تیار ہو؟''

''اور نہیں تو کیا۔'' وہ جوش سے بولا: ''پچاس لاکھ کے لیے اگر پچاس ہزار بھی دینے پڑتے تو دے دیتا۔''

''ہائے اوئے!'' میں نے ٹھنڈی سانس لی: ''کاش یہ انعام تمہارا اکیلے کا نکلا ہوتا۔''

''کک ... کیا مطلب؟'' رفیق بری طرح چونکا۔

''رفیق صاحب! کیا تم سمجھتے ہو کہ اس دنیا میں صرف تم ہی خوش قسمت ہو۔ نہیں جناب! خوش قسمتی میں ہم بھی کسی سے کم نہیں ہیں۔'' میں نے جوش سے کہا اور تیزی سے اٹھ کر گھر کے اندرونی حصے میں چلا گیا۔ واپس آیا تو میرے ہاتھ میں بھی ڈاک سے آیا ہوا خاکی رنگ کا ایک لفافہ دبا ہوا تھا۔ میں نے وہ لفافہ اس کے سامنے پھینکا:

''آنکھیں ہیں تو کھول کر دیکھو۔ تمہیں معلوم ہو کہ آٹے دال کا بھاؤ کیا ہے۔ تم کتنے پانی میں ہو مگر اپنے دل کو تھام کر رکھنا، یہ نہ ہو کہ کہیں تمہاری (باقی صفحہ 14 پر)

پُراسرار دُنیا

ف،ح۔کراچی

یہ واقعہ مجھے ایک دوست نے سنایا تھا، اسی کی زبانی آپ سن لیں۔ یہ ایک پُراسرار دنیا کی پُراسرار کہانی ہے، اس کہانی میں ایک پُراسرار سوال ہے جو آج تک سمجھ میں نہیں آیا۔ بچوں کا اسلام بہت زیادہ پڑھے لکھے لوگ مثلاً ایم، ایڈ صاحب آف پھلور اور سی اے صاحب فرام تلمبہ وغیرہ وغیرہ بھی پڑھتے ہیں، شاید کوئی ''عدالت'' میں ہی اس پُراسرار سوال کا جواب دے سکے۔

ناصر میرا بہترین دوست تھا۔ وہ جماعت میں نیا تھا۔ ذہین حد سے زیادہ تھا۔ مجھے وہ لڑکا بہت اچھا لگا۔ میں نے اس کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا جسے اس نے قبول کرلیا۔ ہم دونوں روزانہ گھر جاتے، کھانا اکٹھے کھاتے اور مل کر سبق یاد کرتے، کوئی مشکل ہوتی تو ایک دوسرے کی مدد کردیتے۔ وہ مجھے اپنی ہر چیز بتاتا تھا مگر آج تک اس نے یہ نہیں بتایا تھا کہ اس کا گھر کہاں ہے۔ مجھے اس بات سے کبھی الجھن بھی نہیں ہوئی تھی، کیونکہ وہ باتیں کرنے میں بہت ماہر تھا۔ جب چاہتا موضوع بدل دیتا اور سامنے والے کو اس کا احساس بھی نہیں ہوتا تھا، لیکن ایک دن امی نے کہا: ''تمہارا دوست عجیب انسان ہے، اس نے رسماً بھی تمہیں اپنے گھر آنے کی دعوت نہیں دی، حالانکہ وہ کہیں قریب ہی رہتا ہے۔''

میں نے امی کی بات ذہن میں اتار لی کہ آیندہ اس سے پوچھ کر ہی رہوں گا۔ پھر جب میری اس سے ملاقات ہوئی تو میں نے اس سے پوچھا تو وہ ٹالنے لگا، لیکن آج میں بھی ڈٹ گیا۔

''یار کامران! تم میرے گھر نہیں جا سکتے۔'' وہ جھلا کر بولا۔

''کیوں؟''

''تمہیں میرا گھر پسند نہیں آئے گا۔''

''آخر اس کی کوئی وجہ بھی تو ہوگی؟'' میں نے پوچھا۔

''بس میں تمہیں یہی کہوں گا کہ تمہیں میرا گھر پسند نہیں آئے گا۔'' وہ تنگ آگیا۔

''آخر کیوں؟ تم کوئی غریب آدمی تو نہیں ہو، جیب خرچ بھی اچھا خاصہ لاتے ہو، کپڑے بھی تمہارے شان دار ہوتے ہیں اور چہرے مہرے سے بھی تم کسی امیر خاندان کے انسان لگتے ہو مگر۔''

''اگر مگر کچھ نہیں، جو کہہ دیا کہہ دیا۔'' اس نے میری بات کاٹ دی۔

''میں تو تمہارے گھر جا کر ہی رہوں گا، شام کو تمہارے پیچھے آؤں گا، دیکھوں گا کہ کہاں جاتے ہو۔'' میں بھی اپنی ضد پر اڑ گیا۔

''اچھا بابا اچھا۔'' اس نے ہار مانتے ہوئے کہا۔ ''ایک ماہ بعد گرمیوں کی چھٹیاں ہوں گی، ان چھٹیوں میں تم میرے ساتھ چلنا۔''

''کک! کیا کہا؟ ایک مہینے بعد! تمہارا گھر امریکہ میں تو نہیں ہے، روز گھر جاتے ہو۔''

''امریکہ میں ہی ہوگا۔ اب چپ ہو جاؤ۔''

''یار کل لے چلو، چھٹی بھی ہے۔'' میں نے منت کی۔

''بس کہہ دیا کہ ایک ماہ بعد جائیں گے تو ایک ماہ کا انتظار کرو۔'' ناصر نے بات کاٹ دی۔

☆

ایک ماہ کا عرصہ پر لگا کر اڑ گیا۔ صبح ہی صبح ناصر میرے پاس آگیا۔ امی ناشتا تیار کر رہی تھیں۔ میں نے ناصر کو کمرے میں بٹھایا۔ تھوڑی دیر میں ناشتا تیار ہوگیا۔ ہم دونوں نے ناشتا کیا۔ والدہ میرا بیگ پہلے سے تیار کر چکی تھیں۔ میں نے بیگ اٹھایا، وہ والدہ سے بڑے تپاک سے ملا اور اس نے عجیب سے انداز میں میرا ہاتھ پکڑ لیا اور چلنے لگا:

''ارے بھائی میں کوئی بچہ تو نہیں ہوں جو یوں ہاتھ پکڑا ہوا ہے۔'' میں ہاتھ چھڑاتے ہوئے بولا، ناصر نے اپنی گرفت اور مضبوط کرلی۔ سڑک پر پہنچ کر میں سمجھا کہ ہم گاڑی پر بیٹھیں گے مگر ناصر کسی گاڑی کے لیے نہیں رکا۔ ہم دونوں سڑک کے ساتھ چلنا شروع ہوگئے۔ مجھے یہ سب بڑا عجیب سا لگ رہا تھا۔

''بھئی نہیں جاتا تمہارے گھر، تم بالکل خاموش ہو اور پیدل لے کر جا رہے ہو۔'' مجھے غصہ آگیا، لیکن ناصر نے اپنی گرفت برقرار رکھی، میں جھنجھلا گیا، لیکن تھوڑی دیر میں مجھے عجیب سے حالات معلوم ہونے شروع ہوئے۔ ہم عام انداز میں چل رہے تھے، لیکن ہماری رفتار اتنی تیز تھی کہ ہم بسوں سے آگے نکلتے جا رہے تھے۔ میرے کندھے پر لٹکا ہوا میرا بھاری بیگ، جس میں ناصر کے والدین کے لیے کھانے پینے کا سامان تھا۔ اس کا وزن ایک کاغذ سے زیادہ نہیں تھا۔ رفتار اتنی تیز ہونے کے باوجود مجھے ہوا کی تیزی کا کوئی احساس نہیں ہو رہا تھا۔ ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ ہم ایک گھر کے سامنے پہنچے، گھر کا دروازہ لکڑی کا بنا ہوا تھا، مگر یہ انتہائی خستہ ہو چکا تھا۔

''یہ ہمارے علاقے کا دروازہ ہے۔'' ناصر پہلی مرتبہ کچھ بولا اور ساتھ ہی رک گیا۔

''علاقے کا دروازہ یا گھر کا؟'' میں حیرت سے پھٹ پڑا، ناصر نے کوئی جواب نہ دیا۔

دروازے سے اندر داخل ہوئے تو مجھے حیرت کے جھٹکے لگے۔ اندر ایک جہان آباد تھا۔ یوں لگتا تھا کہ میں کسی دوسری دنیا میں آگیا ہوں۔ اس دنیا میں اونچی اونچی عمارتیں تھیں۔ مکانات کی ایک قطار تھی۔ آگے بڑھا تو حیرت سے میری آنکھیں پھٹنے لگیں۔ خوف سے رنگ پیلا پڑنے لگا۔ مجھے ریڑھ کی ہڈی تک سردی محسوس ہونے لگی۔ کچھ لوگ ہوا میں اڑ رہے تھے۔ میں ابھی حیرت سے انہیں کو دیکھ ہی رہا تھا کہ میں نے سامنے سے آتے ہوئے لوگوں کو دیکھا تو خوف سے میری حالت غیر ہونے لگی۔

''ارے! ارے! ان کے دانت!'' میرے منہ سے بس اتنا ہی نکل سکا۔ دراصل ان کے اوپر والے دو دانت اتنے بڑے تھے کہ ہونٹوں سے باہر نکل رہے تھے جو کہ جنات کی خاص علامت ہوتے ہیں۔ میں نے دوڑ کر ناصر کے بجھے ہوئے چہرے کو

فیصل آباد کی زندہ دل عوام کے لیے!!
اب MIS FOUNDATION کی تمام کتابیں اور Cd's یہاں دستیاب ہیں
مولانا منور دین صاحب
اسلامی کتاب گھر،
دوسری منزل سٹی ہارٹ
پلازہ چوک، چنیوٹ بازار،
فیصل آباد۔
0321-7693142
MIS FOUNDATION
www.mis4kids.com

دیکھا تو خوف سے میں نے چیخنے کی کوشش کی مگر یوں لگا جیسے مجھ میں چیخنے کی طاقت ہی ختم کردی گئی ہو۔ ناصر اب جا کر بولا: ”دیکھ میری دنیا! پُراسرار دنیا! یہاں ہم لوگ رہتے ہیں۔ تم فکر نہ کرنا، تمہیں یہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ میرے والد یہاں کے سردار ہیں۔ میری کوشش ہوگی کہ تمہاری ہر خواہش پوری کی جائے۔ اب آؤ ذرا سیر کر لیں۔“ یہ کہتے ہوئے اس نے زمین پر پاؤں مارا تو میرے اور اس کے پاؤں کے نیچے کوئی چیز ابھری۔ یہ کوئی لکڑی کا تختہ تھا جس پر موٹا سا قالین بچھا ہوا تھا۔ ہم دونوں اس پر بیٹھ گئے۔ میں کافی ڈرا ہوا تھا۔ ناصر اپنی روایتی خوش گپیوں پر اتر آیا۔ اس سے حوصلہ ہوا۔ میں اور ناصر اس پورے علاقے میں گھومتے رہے۔ مجھے یہ علاقہ بہت پسند آیا۔ یہ بالکل انسانوں کی طرح سرسبز وشاداب علاقہ تھا۔ یونہی گھومتے گھومتے شام ہوگئی۔ شام تک بھوک زوروں پر تھی۔

”کامران بھائی معاف کرنا۔“ ناصر بولا۔ ”ہماری روایت ہے کہ جب بھی کوئی مہمان آتا ہے تو ہم اس کو پورا علاقہ دکھاتے ہیں، تاکہ سب لوگ اس سے واقف ہوجائیں اور اسے نقصان نہ پہنچائیں۔ ورنہ ایسے ہی کوئی انسان یہاں آجائے تو ہمارے لوگ اس کا جینا محال کردیتے ہیں۔ اب تم ہمارے گھر چلو۔“

گھر میں داخل ہوئے تو ناصر کے گھر والوں نے بڑی گرم جوشی سے میرا استقبال کیا۔ ان کے خوفناک دانت مسکراتے ہوئے اور بھی زیادہ خوفناک محسوس ہورہے تھے مگر آہستہ آہستہ میرا خوف ختم ہوچکا تھا۔ حیرت کی بات یہ تھی، وہ سب لوگ نماز کے پابند تھے۔ مغرب کے وقت پرتکلف شربت میرے لیے بنایا گیا، شاید یہ ان کی چائے تھی۔ عشاء کے بعد میرے لیے کھانا تیار کیا گیا۔ وہ لوگ نہ جانے کیسا گوشت کھاتے تھے، میرے لیے مچھلی تیار کی گئی، لیکن اس مچھلی کا ذائقہ بالکل مختلف تھا۔ وہ لوگ صرف گوشت کھاتے تھے میرے لیے معلوم نہیں کہاں سے روٹی کا انتظام کیا گیا۔ کھانے کے بعد مجھے سخت نیند آنے لگی۔ عشاء کے بعد ناصر نے مجھے ایک کمرے میں سلا دیا۔ رات بارہ بجے کا وقت ہوا تو مجھے شدید پیاس لگی، میں نے دیکھا کہ چارپائی کے نیچے جگ گلاس رکھا ہے، میں نے پانی پیا اور دوبارہ لیٹ گیا۔ ابھی لیٹا ہی تھا کہ کمرے کی دیوار پھٹی اور اس کے اندر سے ایک ہیولا نمودار ہوا۔ ایک دھماکا ہوا۔ ایک خوفناک شکل کا دیو میرے سامنے کھڑا تھا۔ میں نے خوف سے چیخنے کی کوشش کی، مگر چیخ حلق ہی میں اٹک گئی۔ مجھے بھاگنے کی سوجھی مگر یہ دیکھ کر میرا حلق خشک ہوگیا کہ پورے کمرے میں موجود کھڑکیاں، دروازے ایک دم غائب ہوگئے۔ دوسرے ہی لمحے سامنے والی دیوار پھٹی، ناصر اس میں سے نمودار ہوا۔ پھر وہ دیونما ہیولا ایک تیر میں تبدیل ہوا اور گولی کی رفتار سے میری طرف بڑھا، میری تو چیخ ہی نکل گئی، ایک لمحے میں ناصر نے میری طرف کوئی چیز پھینکی جو ایک دم لوہے کی ڈھال بن گئی، تیر ڈھال سے ٹکرا کر راستہ بدل کر دیوار میں پیوست ہوا۔ دیوار میں لگتے ہی وہ ایک جال بن گیا اور میری طرف پھیلنے لگا، ناصر نے ہاتھ ہلایا تو اس کے ہاتھ میں ایک بجلی کی طرح چمکتی تلوار نظر آئی۔ ناصر تلوار لے کر آگے بڑھا اور بڑھتے ہوئے جال کے درمیان میں پوری طاقت سے تلوار ماری۔ جال دو ٹکڑے ہوکر گرا۔ جال کے گرتے ہی وہ دونوں ٹکڑے سانپ کی شکل اختیار کرگئے مگر اسی لمحے دو نیولے سانپوں کی طرف بڑھے اور سانپوں کو آگے نہ بڑھنے دیا۔ ناصر کے ماتھے پر پسینہ آچکا تھا۔ پھر ایک دم سے دھماکا ہوا۔ کمرے میں چاروں طرف آگ پھیل گئی۔ ناصر ایک لمحے کے لیے سوچ میں پڑ گیا۔ اسی دوران آگ کا ایک گولا میری طرف بڑھا۔ میری چیخ نکل گئی اور بے ہوش ہوکر گر گیا۔ ناصر نے پہلو بدلا اور سارا کا سارا پانی میں تبدیل ہوگیا اور چاروں طرف پھیلی آگ کو بجھا دیا۔ ناصر نے مجھے ہوش دلایا، میرا رنگ پیلا پڑ چکا تھا۔ جب ہوش آیا تو دیکھا کہ کمرے میں ہر طرف دھواں پھیلا ہوا تھا، کمرے کے ایک کونے میں ایک دیو کی جلی ہوئی لاش نظر آئی۔ ناصر نے زمین پر پاؤں مارا تو وہ لاش غائب ہوگئی۔

”میں معافی چاہتا ہوں کامران۔“ ناصر نے کہا۔ اس کے لہجے میں شدید شرمندگی تھی۔ ”یہ ہمارا آخری دشمن تھا، اس نے آج بہت عرصے کے بعد حملہ کیا ہے، آج شکر ہے، یہ بھی ختم ہوگیا۔ تم نے دیکھا کہ اس کے مقابلے میں مجھے کتنی مشکل ہوئی ہے۔ اب تم بے فکر ہوکر سو جاؤ۔“

”نا بابا نا۔“ میں نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔ ”مجھے تو ابھی واپس جانا ہے۔“

”تم بالکل محفوظ رہو گے ... مہمان کی حفاظت کے لیے یہاں بہت سخت قانون ہے، اگر کسی کے مہمان کو کسی نے نقصان پہنچا دیا تو میزبان کو بہت سخت سزا ملتی ہے ... تم بے فکر رہو۔“ ناصر نے اپنی باتوں کا جادو جگانے کی کوشش کی مگر میں موت کو اتنا قریب سے دیکھ چکا تھا، یہاں چند منٹ بھی رکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ناصر کے والدین کو بھی منایا، پھر اجازت ملنے پر واپسی ہوئی۔

”ناصر تم بھی میرے ساتھ چلو۔“ میں نے ناصر سے کہا۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور آنکھیں بند کرنے کا کہا۔ جب آنکھیں کھولیں تو میں اور ناصر گھر کے سامنے کھڑے تھے، حیرت اس بات پر ہوئی کہ یہ صبح کا وقت تھا۔ رات سے ایک دم دن میں آئیں تو حیرت ہی ہوگی۔ میں نے ناصر کو گھر آنے کا کہا تو اس نے جواب دیا:

”بس کامران دوست! اب تم پر میرا راز کھل چکا ہے۔ اب میں تمہارے ساتھ نہیں آسکتا۔ یہ ہمارا قانون ہے، اس کی خلاف ورزی جرم ہے۔ لہٰذا اللہ حافظ۔“ یہ کہہ کر وہ مڑا اور ایک طرف کو چل دیا، پھر ایک دم سے پلٹا اور بولا:

”زندگی کے کسی موڑ پر یہ ناصر تمہیں کسی اور روپ میں ضرور ملے گا۔“ یہ کہہ کر وہ غائب ہوگیا۔ میں بوجھل قدموں سے گھر میں داخل ہوا۔ میرا بیگ میرے کندھے پر تھا۔ اندر جا کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ امی نے میری طرف دیکھا، پھر دوبارہ اپنے کام میں مگن ہوگئیں۔ کافی دیر گزر گئی۔ امی بار بار مجھے حیرت سے دیکھ رہی تھیں۔ مجھے بھی حیرت ہورہی تھی کہ امی نے میرا استقبال بھی نہیں کیا اور پوچھا بھی نہیں کہ ایک ہفتے کے لیے گئے تھے۔ ایک دن میں واپس کیوں آگئے۔ کچھ دیر بعد امی میرے پاس آئیں اور مجھ سے پوچھا تو مجھے ایک زوردار جھٹکا لگا:

”ارے! جانا نہیں ہے کیا؟“ ایک مہینے سے شور مچایا ہوا ہے، اب جانے کا وقت آیا ہے تو دوست کو باہر کھڑا کر کے خود اندر بیٹھ گئے ہو۔ جیسے صدیوں کے تھکے ہارے ہو۔ جاؤ ناصر باہر کھڑا انتظار کر رہا ہوگا۔“

نوٹ: یہ تحریر میرے الفاظ میں ہے۔ واقعہ میرے دوست کے ساتھ پیش آیا تھا۔ اللہ جانتا ہے، میں نے اس کے تاثرات کو صحیح قلم بند کیا ہے یا نہیں۔

اٹک کے خوبصورت لوگ اٹک گئے !!!!

اب MIS FOUNDATION کی تمام کتابیں اور Cd's یہاں دستیاب ہیں

حافظ نثار احمد صاحب
مکتبہ توحید وسنت،
بالمقابل مدرسہ تعلیم الفرقان۔
فتح جنگ، اٹک۔
0302-5475447

MIS FOUNDATION
www.mis4kids.com

دوست یا دشمن

مسکان خان۔ملتان

"ماں! میں نہیں چھوڑوں گا ان کو... وہ... وہ سب کو لے گئے... میں نہیں... ماں..." وہ ایک بار پھر نیند میں بڑبڑاتے ہوئے چلانے لگا تھا۔ رملہ احمد کل سے اس کے کمرے میں سو رہی تھیں۔ اُس کے چلانے پر اسے خود سے لپٹائے تھپکیاں دینے لگیں، مگر وہ پسینے سے شرابور خوف سے لرز رہا تھا۔ اپنے لاڈلے کی حالت دیکھ کر ان کی آنکھیں بار بار اشکبار ہو رہی تھیں۔

"ماں! وہ مجھے بھی جلا دیں گے، عبدالرافع کو بھی لے جائیں گے۔" وہ مسلسل رو رہا تھا۔

"نہیں بیٹا کچھ نہیں ہوگا۔ وہ آپ کے ابو کے دوست ہیں، آپ کو کچھ نہیں کہیں گے۔" وہ اسے تسلی دے رہی تھیں یا بہلا رہی تھیں، وہ نہیں جانتا تھا۔ اسے ان کی بات پر یقین بھی نہیں آیا تھا۔ مگر اس کی چیخیں ماں کی بات سن کر تھم ضرور گئی تھیں اور وہ اپنی ماں کی مہربان آغوش میں سر چھپا کر سونے کی کوشش کرنے لگا، لیکن اس سناٹے میں اس کی معصوم سسکیاں ابھی تک گونج رہی تھیں۔

o

یہ دریائے دجلہ کے کنارے آباد شہر بغداد کا رہنے والا ایک بارہ سالہ معصوم عراقی بچہ ایہاب احمد تھا، جو روز سکول سے آتے جاتے بغداد شہر کو بم دھماکوں سے لرزتے اور بے قصور لوگوں کو جلتے دیکھ کر ناسمجھی کے عالم میں اپنے والدین سے سوال کیا کرتا تھا۔

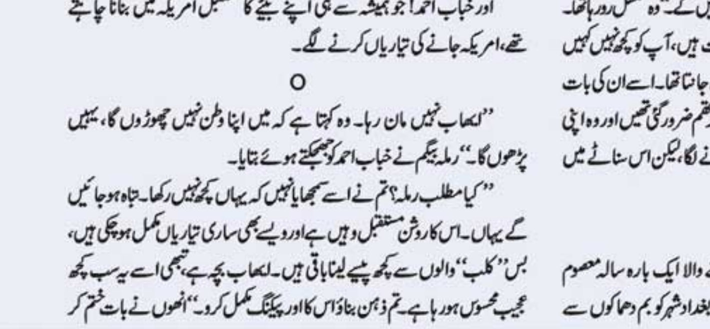

"ماں! لوگوں کو اس طرح کس لیے مارا جا رہا ہے؟"

"یہ کون لوگ ہیں بابا جو اتنا ظلم کر رہے ہیں؟"

مگر خباب احمد اور رملہ احمد اس کے معصوم ذہن میں اٹھتے سوالات کا رخ موڑ کر اسے ہمیشہ ہی بہلا لیا کرتے تھے اور وہ بہل بھی جایا کرتا تھا۔ مگر یہ نیا واقعہ اس کے ذہن پر بری طرح اثر انداز ہوا تھا۔

ایک ہفتہ پہلے کی بات ہے، وہ اپنے ہم جماعت لڑکوں کے ساتھ سکول سے واپس آ رہا تھا کہ اچانک فضا میں کان پھاڑ دینے والے دھماکے گونجے۔ دھماکوں کے شور سے بھگدڑ مچ گئی اور لوگ افراتفری کے عالم میں جان بچانے کے لیے ادھر اُدھر دوڑنے لگے۔

"وہ دیکھو سکول وین یہیں آ رہی ہے، آؤ جلدی سے اس میں سوار ہو جائیں۔" اس کے ساتھی نے کہا تو وہ سب دوست جلدی سے سکول وین کی جانب لپکے مگر اچانک ہی دو امریکی فوجی اس کے دو ساتھیوں کو پکڑ کر اپنی وین میں ڈالنے لگے۔ بچوں کی چیخیں فضا میں پھیلے شور میں دب کر رہ گئیں۔ فوجیوں کے ان کی جانب لپکنے سے پہلے ہی عبدالرافع نے کمال ہوشیاری دکھائی اور ایہاب کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا۔

"بھاگو! ایہاب! بھاگو یہاں سے۔" وہ چلا کر بولا اور پھر دونوں نے ایک جانب دوڑ لگا دی۔ کان پھاڑ دینے والے دھماکوں اور جلتی عمارتوں کے شعلوں کی پروا کیے بنا وہ دوڑتے رہے۔ اُسے نہیں یاد، وہ کس طرح کٹی پھٹی لاشوں اور انسانی لوتھڑوں کو عبور کر کے گھر پہنچا تھا۔ اُسے یاد تھا تو بس اتنا کہ پورا شہر جیسے آگ کی لپیٹ میں تھا۔ اُسے یہ بھی یاد تھا کہ جب عبدالرافع نے اس کا ہاتھ تھاما تھا، سکول وین ان کے پاس آ کر رکی تھی اور سکول کے کچھ بچے جلدی سے اس میں سوار ہو گئے تھے اور وہ منظر بھی اُس کی یادداشت میں تھا کہ دوڑتے ہوئے اس نے ایک بار مڑ کر دیکھا تھا اور عین اسی لمحے ان کی سکول وین کو آگ کے شعلوں نے پکڑ لیا تھا۔

ایک ہفتے سے وہ بخار میں تپ رہا تھا مگر وہ جلتے وجود اس کا جسم جلاتے تھے۔ خباب احمد اس کا علاج کروا رہے تھے۔ ڈاکٹروں کا کہنا تھا کہ ماحول کی تبدیلی ہی اس کا خوف دور کر سکتی ہے۔

اور خباب احمد! جو ہمیشہ سے ہی اپنے بیٹے کا مستقبل امریکہ میں بنانا چاہتے تھے، امریکہ جانے کی تیاریاں کرنے لگے۔

o

"ایہاب نہیں مان رہا۔ وہ کہتا ہے کہ میں اپنا وطن نہیں چھوڑوں گا، یہیں پڑھوں گا۔" رملہ بیگم نے خباب احمد کو جھجکتے ہوئے بتایا۔

"کیا مطلب رملہ؟ تم نے اسے سمجھایا نہیں کہ یہاں کچھ نہیں رکھا۔ تباہ ہو جائیں گے یہاں۔ اس کا روشن مستقبل وہیں ہے اور ویسے بھی ساری تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں، بس "کلب" والوں سے کچھ پیسے لینا باقی ہیں۔ ایہاب بچہ ہے، تبھی اسے یہ سب کچھ عجیب محسوس ہو رہا ہے۔ تم ذہن بناؤ اس کا اور پیکنگ مکمل کرو۔" انھوں نے بات ختم کر کے کتاب اٹھائی اور ورق گردانی کرنے لگے۔ رملہ بیگم ہمت کر کے پھر گویا ہوئیں۔

"وہ... دراصل... وہ کہتا ہے، مجھے دوست اور دشمن کی پہچان ہو گئی ہے، اس لیے وہ۔" خباب احمد ایک جھٹکے سے سیدھے ہوئے۔

"کیا کہنا چاہتی ہو تم؟" ان کے لہجے میں سختی تھی۔

"ایہاب چند روز سے عبدالرافع کے گھر جا رہا ہے۔ وہیں اس کی ملاقات اس کے بڑے بھائی سے ہوئی ہے جو مجاہد ہیں۔ وہی اسے ایسی باتیں سکھا رہے ہیں اور وہ کہتا ہے۔ مجھے اپنے سوالوں کے جواب بھی مل گئے ہیں۔"

رملہ بیگم کی باتوں نے انھیں ایک بار پھر پریشان کر دیا تھا، اگرچہ انھیں کسی سے اختلاف نہیں تھا مگر ان کا شمار ان لوگوں میں ہوتا تھا جو صرف اپنا فائدہ دیکھا کرتے ہیں۔

o

خباب احمد بغداد میں عمارات کا کام کرتے تھے۔ بغداد کی کئی بڑی عمارتیں انھوں نے تعمیر کرائی تھیں۔ پھر جب انھیں امریکیوں کی رہائش و قیام کے لیے کالونیاں تعمیر کرنے کے ٹھیکے ملنے لگے تو کئی رعایات کے ساتھ امریکیوں کی طرف سے بہت سی سہولیات بھی مل گئیں۔ امریکیوں کے کئی خفیہ ٹھکانے بھی انھوں نے تعمیر کرائے اور خوب دولت کمائی۔ ایہاب احمد ان کا اکلوتا بیٹا تھا اور امریکیوں کی مہربانیاں دیکھ کر ان کی خواہش ہوئی کہ ابتدائی تعلیم وہ یہاں حاصل کر لے، پھر وہ لوگ امریکہ چلے جائیں گے اور آج اس نئی خبر نے ان کے فیصلے پر مہر لگا دی تھی۔ وہ پریشان ضرور تھے مگر ان کا خیال تھا کہ اس ماحول سے نکل کر وہ ان خیالات کو بھول جائے گا۔

مسکراہٹ کے پھول

☆ باپ: تم نے تاریخ کے پرچے میں اتنے کم نمبر کیوں لیے۔
بیٹا: ابو! اکثر سوال ایسے پوچھے گئے تھے جو میری پیدائش سے پہلے کے تھے۔ (اقصیٰ سلیم۔خان گڑھ)

☆ شوہر نے گھر میں داخل ہوتے ہی محسوس کرلیا کہ آج کوئی گڑبڑ ہے، اس نے گھبرا کر کہا:
"بیگم! آپ آج کوئی بری خبر نہ سنانا۔ اچھی خبر سنانا۔"
بیوی نے کچھ سوچ کر کہا:
"آج ہمارے سات بچوں میں سے چھ بچوں نے گر کر اپنا بازو نہیں توڑا۔" (علینہ سلیم، خان گڑھ)

☆ ایک بچی: کیا لکھ رہی ہو۔
دوسری بچی: اپنی بہن کو خط لکھ رہی ہوں۔
پہلی بچی: لیکن اسے پڑھنا کب آتا ہے۔
دوسری بچی: تو مجھے بھی لکھنا کب آتا ہے۔
(زونیرہ اعجاز، مریم اعجاز۔لیہ)

☆ استاد: سوال اور جواب میں کیا فرق ہے۔
شاگرد: جو مارکر سے لکھا جائے، وہ سوال ہوتا ہے اور جو پن سے لکھا جائے، وہ جواب ہوتا ہے۔

☆ امیر کی اولاد: ڈیڈی! آج بہت گرمی ہے۔
باپ: بیٹا! میں ابھی اے سی لگوا دیتا ہوں۔
غریب کی اولاد: ابا! آج بہت گرمی ہے۔
باپ: پتر! ابھی تیری ٹنڈ کرا لاتا ہوں۔
(اسریٰ طاہر۔ڈسکہ)

☆ ڈاکوؤں کا سردار بس کو لوٹتے ہوئے سب مسافروں سے نام بھی پوچھ رہا تھا۔ ایک عورت کی باری آئی تو اس نے کہا:
"جی! میرا نام عابدہ ہے۔"
ڈاکوؤں کا سردار یہ نام سن کر رو پڑا اور کہنے لگا:
"تم نے مجھے میری مرحوم ماں یاد دلا دی۔ چلو تمھیں اس وجہ سے معاف کرتا ہوں۔" اس کے بعد ایک مرد بیٹھا تھا۔ سردار نے اس کا نام پوچھا تو کہنے لگا:
"جی نام تو خیر میرا محمود ہے، لیکن پیار سے سب مجھے بھی عابدہ کہتے ہیں۔" (لبنیٰ سلیم۔ڈی آئی خان)

☆ ایک گنجا آدمی ایک طوطے کے پاس سے گزرتا تو طوطا گنجا گنجا کہتا۔ آخر وہ طوطے کے مالک سے ملا اور طوطے کی شکایت کی۔ طوطے کے مالک نے اس کے سامنے ہی طوطے کو ڈانٹا۔
"بری بات ہے، ایسے نہیں کہتے۔"
دوسرے دن گنجا پھر پنجرے کے پاس سے گزرا، لیکن طوطا خاموش رہا۔ کچھ دور جا کر اس شخص نے مڑ کر دیکھا تو طوطے نے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا:
"سمجھ تو گیا ہوگا۔" (فاطمہ عارف۔گلشنِ حدید کراچی)

☆ ایک شخص: یار آج میری سالگرہ ہے، میں نہانا چاہتا ہوں۔
دوسرا شخص: تو کیا تم ہر سال گرہ پر نہاتے ہو۔ ابھی پچھلے سال تو نہائے تھے۔
پہلا شخص: بس میں صفائی پسند ہوتا جا رہا ہوں۔
(حافظ محمد اشرف۔حاصل پور)

O

وہ ایک بار پھر اپنی ماں کی آغوش میں چھپا سسک رہا تھا۔ مگر آج وہ خوف زدہ نہیں تھا۔ ایک مجاہد جاتے جاتے اُسے جہاد کا مفہوم بتلا گیا تھا اور مجاہد تو اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرا کرتے۔ وہ ننھا مجاہد بھی اپنے والدین سے میدانِ جہاد میں اترنے کی اجازت مانگ رہا تھا۔

"بابا! مجاہد بھائی ہمیشہ قرآن کی یہ آیت سنایا کرتے ہیں:

اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو دوست مت بناؤ۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو کوئی تم میں سے دوستی کرے ان سے، تو وہ انھی میں سے ہے۔" تو بابا ہم اللہ کا حکم کیسے جھٹلا سکتے ہیں؟"

وہ روتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ عبدالرافع کا مجاہد بھائی شہید ہوگیا مگر اسے اور عبدالرافع کو دوست و دشمن، ایمان اور کفر کی پہچان کرا گیا تھا۔

"ماں! آپ بتائیں ہم کیسے دشمنوں کے وطن جا سکتے ہیں۔ دشمن ہمارے وطن میں ہمارے بہن بھائیوں کو جلا رہے ہیں، ہم کیسے انھیں اپنا کہہ سکتے ہیں۔"

"دیکھو لہاب بیٹا! ہمارا وطن تو یہی ہے۔ ہم ہمیشہ کے لیے تو نہیں جا رہے۔ تم وہاں تعلیم حاصل کر کے کچھ بن جاؤ تو ہمیں یہیں واپس آنا ہے۔" انھوں نے پیار سے اسے بہلایا۔

"آپ کو پتا ہے بابا! میرے ہم جماعت! جنھیں فوجی اغواء کر کے لے گئے تھے، ان کی لاشیں ملیں تو ان کے اعضاء کٹے ہوئے تھے۔" وہ اپنے خیال میں انھیں ایک نئی خبر سنا رہا تھا مگر خباب احمد بخوبی جانتے تھے کہ اغواء کیے جانے والے عراقیوں کے اعضاء کا کاروبار امریکہ میں زور و شور سے چل رہا ہے۔ وہ ہیٹ بم کا شکار ہوئے لوگوں کو بھی دیکھ چکے تھے مگر شاید ان کے دل پر مہر لگ چکی تھی۔ لہاب کی التجائیں بھی کام نہ آئیں۔ وہ اپنا فیصلہ نہ بدل سکے مگر قسمت کا فیصلہ کچھ اور تھا۔

O

بغداد انٹرنیشنل ایئرپورٹ کے قریب الفارس کلب ایک ایسی جگہ ہے جہاں سے خباب احمد جب بھی باہر نکلتے ہیں، ان کا چہرہ خوشی سے تمتما رہا ہوتا ہے۔

"الفارس کلب" امریکی فوجیوں کا ایک اڈا ہے جہاں سے خباب احمد بریف کیس سمیت باہر نکلے ہیں۔ اپنے مہربانوں کی مہربانی وصول کر کے ان کے دل میں ہمیشہ ان کی قدر بڑھ جایا کرتی ہے۔ دو روز بعد ان کی امریکہ روانگی ہے۔

آج وہ جلدی گھر جا رہے تھے۔ انھیں یقین تھا، رملہ نے لہاب کو تیار کرلیا ہوگا مگر جب وہ گھر پہنچے تو ایک خبر ان کی منتظر تھی۔

"لہاب اور اس کے دوست کو امریکی فوجی اغواء کر کے لے گئے تھے۔"

O

"مجھے میرا بیٹا واپس چاہیے۔ خدا کے لیے مجھے میرا بیٹا واپس کردو۔ مجھ پر رحم کرو۔ میں نے آج تک تم لوگوں کی مدد کی ہے، اس کا بدلہ اس طرح۔" وہ امریکی فوجی کے سامنے گڑگڑا رہے تھے۔

"اپنی اوقات میں رہ کر بات کرو مسٹر! تم نے جو کچھ بھی کیا، اس کی قیمت تم وصول کر تو لیتے ہو اور اب اگر زیادہ زبان چلائی تو ہم لحاظ نہیں کریں گے اور تمہارے بیٹے کو۔"

"دیکھو! میرے بیٹے کو کچھ مت کرنا۔ آخر تم لوگ اس طرح کیوں کر رہے ہو؟ کیا قصور کیا ہے ہم نے؟" خباب احمد اپنے مہربانوں کا یہ روپ دیکھ کر دنگ تھے۔

"قصور یہ کہ تم مسلمان ہی ہو اور تم تو جانتے ہی ہو، ہم تم سب کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینا چاہتے ہیں۔" امریکی افسر یہ کہہ کر قہقہہ لگانے لگا اور خباب احمد حیرت اور صدمے سے چور تھے۔

"لیکن! میرا بیٹا! میرا بیٹا اس وقت کہاں ہے؟" انھوں نے اپنی لرزتی آواز سنی۔

"تمہارا لاڈلا تسفیرات جیل سے کیمپ کروبر میں منتقل کر دیا گیا ہے۔" اس نے بے رحمی سے عقوبت خانے کا نام لیا اور سگریٹ کے کش لگانے لگا۔

اور خباب احمد کو لگا ان پر ہیٹ بم برسایا جا رہا ہے۔ وہ آگ کے شعلوں کی لپیٹ میں ہیں۔ بجلی کا کرنٹ ان کا جسم شل کر رہا ہے۔

لہاب کی آواز ان کے کانوں میں گونج رہی تھی۔

"بابا اللہ کا حکم ہے کہ "اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو دوست مت بناؤ، وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔" (سورہ مائدہ آیت 51)

اسلام آباد اور راولپنڈی والے!!! متوجہ ہوں

اب MIS FOUNDATION کی تمام کتابیں اور Cd's یہاں دستیاب ہیں

بھائی حافظ
عبدالحمید صاحب
قرآن محل، اقبال مارکیٹ،
کمیٹی چوک، راولپنڈی
0321-5123698

MIS FOUNDATION
www.mis4kids.com

بقیہ: بچنے کی خوشی

ساری امیدوں پر پانی پھر جائے!'' رفیق نے کانپتے ہاتھوں سے لفافہ کھولا۔ اس کے اندر سے کاغذ نکالا۔ جیسے جیسے کاغذ پر لکھی تحریر پڑھتا گیا، اس کا چہرہ دھواں ہوتا گیا۔

''تت... تمہارا بھی پچاس لاکھ کا انعام لگا ہے اور وہ بھی پہلا!'' وہ بولا تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ جیسے اس کی آواز کسی گہرے کنویں میں سے آرہی ہو۔

''اس کا مطلب ہے کہ یہ سب فراڈ ہے اور بہت منظم فراڈ۔''

''ہاں میرے دوست! لالچیوں کے شہر میں ٹھگ بھوکے نہیں رہتے۔ یہ ٹھگوں کی بدقسمتی ہے کہ مجھے بھی پہلا انعام مل گیا۔''

''مبارک ہو یار!'' رفیق کا موڈ اچانک بحال ہوگیا اور یقیناً یہ خوشی پچاس لاکھ انعام ملنے کی نہیں بلکہ پندرہ ہزار روپے بچنے کی خوشی تھی۔

''خیر مبارک یار!'' میں نے جواب دیا اور بے اختیار ہم دونوں کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

جواہرات سے قیمتی

- کبھی بھی کسی کے سامنے اپنے سچ اور خلوص کو ظاہر نہ کرو۔
- مشکلات ہمیشہ بہترین لوگوں کے حصے میں آتی ہیں۔
- کارخانہ قدرت میں غور کرنا بھی عبادت ہے۔
- شرافت عقل اور ادب سے ہے نہ کہ مال و نسب سے۔
- عقل مند کی زبان اس کے دل میں ہوتی ہے۔
- فضول بحث بہترین دوستوں کو جدا کرتی ہے۔
- مسکرا کر پیش آنا سب سے پہلی نیکی ہے۔
- وقت غموں اور دکھوں کا گہرا سمندر ہے۔
- گزرا ہوا وقت اور بہتا ہوا پانی، کبھی واپس نہیں آئے۔
- اچھا دوست وہ ہے جو تمہیں خوش دیکھ کر خوش ہو۔

ارسال کرنے والے

عندلیب اسلام اورنگی کراچی۔ ملک محمد رضوان کھوکھر لاہور۔ خواجہ عزیز قیوم نور پور نورنگا۔ نورین ایمان ساہیوال۔ حافظ احمد حسن ہراج تلمبہ۔ رفاقت حیات، تنزیلہ امبرین، نوشین۔

ناقابل اشاعت

یوم آزادی ملتان۔ عید کی شرط ملتان۔ گرتے ہیں شہسوار فیصل آباد۔ ہمارے شاہین ایبٹ آباد۔ بیس مربوں کا فرق علینا ناز۔ جلدی کریں ننکانہ۔ دروازے پر دستک ہرنولی۔ ماں کی دعا روڈو سلطان۔ عید مبارک راولپنڈی۔ کون کہتا ہے کراچی۔ اب انھیں ڈھونڈ کراچی۔ اک راہبر فیصل آباد۔ حقیقت ایک خواب کی وار برٹن۔ داستان دو سرفروشوں کی وار برٹن۔ کباڑیہ بہاول پور۔ مٹی کی خوشبو میلسی۔ عید کی خوشی میں میلسی۔ فلسفی چاچا میلسی۔ ایڈونچر میلسی۔ علاج میلسی۔ مگر کہروڑ پکا۔ ایک شہر ڈی جی خان۔ آؤ بچو کھالو مٹھائی ساہیوال۔

چھوٹے قد والے دل چھوٹا نہ کریں

- کیا چھوٹا قد آپکو احساسِ کمتری میں مبتلا کر دیتا ہے؟
- چھوٹے قد اور کمزور صحت کیوجہ سے اکثر بچے بچیوں کے رشتے نہیں ہو پاتے۔
- چھوٹے قد اور کمزور صحت کی وجہ سے نوکری نہیں مل پاتی۔
- چھوٹے قد کی وجہ سے لڑکیاں سسرالیوں اور شوہر کے طعنوں کا نشانہ بنتی ہیں۔
- چھوٹا قد اور کمزور صحت بچوں کی صلاحیتوں کو زنگ لگا دیتا ہے ــــ تو پریشان ہونا چھوڑیئے

آپ میڈیسن کا ساتھ دیں • میڈیسن آپکا ساتھ دے گی

بچوں کے چھوٹے قد سے پریشان نہ ہوں 30 سال تک کے لڑکے لڑکیاں اپنے قد میں اضافہ کر سکتے ہیں جوان ہونیوالے لڑکے لڑکیوں کو پروٹین کی بہت ضرورت ہوتی ہے اس کی کمی کیوجہ سے قد بڑھنا رک جاتا ہے صرف 10 فیصد ہارمونز کی کمی بیشی سے ایسا ہوتا ہے۔ اس دوران لحمیات زیادہ کریں۔ تاکہ بڑھوتری جلد ممکن ہوسکے۔

(IdealHeight)

آئیڈیل ہائیٹ کورس

اب قد بڑھانا بے حد آسان

قد میں یقینی اضافہ

چھوٹے قد والوں کے لئے لمبی خوشخبری

کورس 1 ماہ قیمت 1600 روپے

قد بڑھنے کا شیڈول

12 سے 18 سال تک عمر: قد میں 6 انچ اضافہ
19 سے 24 سال تک عمر: قد میں 4 انچ کا چانس
25 سے 30 سال تک عمر: قد میں 2 انچ اضافہ

کورس بذریعہ V.P روانہ کیا جاتا ہے ... صبح 11 بجے سے 6 بجے تک کال کر کے VP منگوا سکتے ہیں

0313-5022903—0334-0700800

WWW.deva Pk Com

... چہرے پر کیل چھائیاں، داغ، دھبے، فالتو بال، کالی رنگت، جوڑوں کا درد، گردہ پتھری، معدہ، دمہ، ہر قسم کی کمزوری کا مکمل علاج

اپنی صحت کے بارے میں مفت کتابچہ منگوانے کیلئے اپنا نام پتہ SMS کریں 0313-5022903

بقیہ: ذراسی غفلت

حجازی کُتب کی جانب سے اب کتاب کا حصول آسان!

دینی درسی اور اصلاحی کُتب
اپنے گھر ہی پر حاصل کریں

فوری رابطہ کریں یا ویب سائٹ پر آرڈر بک کروائیں
Cell:0092 321 2204990
Email: info@hijazikutub.com
Web: www.hijazikutub.com

لاہور والو! جاگ جاؤ !!!

اب MIS FOUNDATION کی تمام کتابیں اور Cd's یہاں دستیاب ہیں

بھائی طارق صاحب
مکتبہ نقوش اسلامی
دکان نمبر ۱۱، گراؤنڈ فلور،
مسلم سنٹر، چیٹر جی روڈ،
اردو بازار لاہور.
0321-4538727

MIS™ FOUNDATION
روشن کریں جہان کو
www.mis4kids.com

آمنے سامنے

☆ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ: بچوں کا اسلام اس وقت سے پڑھ رہا ہوں جب یہ تین روپے کا تھا۔ اس کے سبھی سلسلے خوب ہیں اور سبھی لکھنے والے بہت اچھا لکھ رہے ہیں۔
(محمد عمر فاروق۔ کبیر والا)

ج: یہ جان کر خوشی ہوئی۔

☆ آپ نے گذشتہ کسی شمارے میں سوادِ اعظم کا ذکر کیا تھا مگر یہ وضاحت نہیں کی تھی کہ آج کے دور میں وہ جماعت کون سی ہے، جس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر ہوگی۔ وضاحت فرمائیں۔ (توقیر احمد۔ کرشن نگر لاہور)

ج: آج کے دور میں پاک و ہند میں وہ جماعت علمائے دیو بند کی جماعت ہے۔

☆ میں آپ سے پوچھنا چاہتی ہوں کہ کیا آپ نے اپنی آواز ٹیپ کر کے سنی ہے، کیونکہ آپ کی آواز تو واقعی لڑکیوں جیسی ہے۔ میں نے آپ کی آواز ایف ایم ریڈیو 105 پر سنی تھی۔
(رومانہ خلیل احمد۔ کراچی)

ج: بہت سے لوگوں کا یہ خیال ہے۔ کبھی سنوں گا میں بھی اپنی آواز۔

☆ بچوں کا اسلام کی وجہ سے ہمیں دوست اور دشمن کی پہچان ہوئی۔ بچوں کا اسلام کا یہ چراغ مشکل وقت میں ہماری رہنمائی کرتا ہے، دوباتیں کی صورت میں ہمیں لگتا ہے کہ بچوں کا اسلام ہم سے مخاطب ہے۔ آپ اپنی باتوں میں مقابل کو چاروں شانے چت کر دیتے ہیں۔ بچوں کا اسلام کی بنیاد ہی دوباتیں ہیں۔ عبداللہ فارانی کا سلسلہ قدم بہ قدم اسے چار چاند لگا دیتا ہے۔ پورے رسالے پر اس کی خوشبو محسوس ہوتی ہے۔ آپ کے ناول ہمیں پیغام دیتے ہیں کہ مسلمان ایک ہو جائیں اور حق پر ڈٹ جائیں۔ (حافظ اقرا الیاس۔ علی دیولا ہور)

ج: آپ کے خیالات جان کر بہت خوشی ہوئی۔

☆ انکل! اگر آپ نے ہمارے اس خط کی آخری آرام گاہ اپنی بالٹی کو بنایا تو ہم آپ سے ناراض ہو جائیں گے۔ ہمیں نیوز چینل بالکل اچھا نہیں لگتا۔ فاروق شاہد سے عرض ہے، نیوز چینل لکھ کر ہمارا اور اپنا وقت نہ ضائع کریں۔ ہمیں بینا رانی کی کہانیاں پسند ہیں، لیکن اب ان کی کہانیاں بہت کم آتی ہیں۔ ہاشمین صاحب بھی ہمیں بہت پسند ہیں۔ (فراز احمد سیف اللہ، وقاص احمد۔ پنیاں)

ج: نیوز چینل زیادہ تر قارئین کو پسند بھی ہے۔ اب کیا کریں؟

☆ بچوں کا اسلام آتا ہے تو ہم پہلے آپ کا ناول پڑھتے ہیں۔ ہمیں آپ کے ناول بہت پسند ہیں۔ آج کل شازیہ نور اور سرور مجذوب نظر نہیں آ رہے۔ (عمارہ لطیف۔ مندہ خیل)

ج: مجھے تو نظر آتے ہیں۔

☆ پہلے ہمیں آپ کے ناولوں سے بالکل کوئی دلچسپی نہیں تھی، لیکن جیسے ہی پڑھنے شروع کیے تو حالت یہ ہوئی کہ چھت پر جا کر سب سے چھپ کر پڑھنے لگے، کیونکہ گھر والے پڑھنے نہیں دیتے، لیکن اب الحمدللہ گھر والوں کی طرف سے بھی کوئی مسئلہ نہیں رہا۔ بھائی جان شروع سے ہی بچوں کا اسلام گھر لاتے ہیں۔
(بنات مولانا محمد امین۔ کراچی)

ج: چلیے! آپ کو آسانی ہوگئی۔

☆ آمنے سامنے میں جن خطوط کے نیچے آپ جواب لکھتے ہیں، صرف وہی خطوط پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔
(ملک حامد اکبر۔ شہر سلطان)

ج: شکریہ جی!

☆ اشتیاق احمد! آپ بچوں کا اسلام میں اپنے پرانے ناول شائع کرنے کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں۔ جب کہ دوسرے اداروں کو نئے ناول لکھ کر دیتے ہیں اور ہم پیچ و تاب کھاتے رہ جاتے ہیں، لہٰذا آپ بچوں کا اسلام کے لیے بالکل نیا ناول لکھا کریں۔ (لبینہ مختار۔ اورنگی ٹاؤن کراچی)

ج: بچوں کا اسلام میں نئے ناول بھی شائع کیے ہیں۔ دوسرے اداروں سے بھی یہی کہتا ہوں کہ پرانا ناول لگایا کریں۔

☆ بچوں کا اسلام کا اور ہمارا پرانا ساتھ ہے۔ ہم نے اس کے ساتھ زندگی کا کچھ عرصہ گزارا ہے۔ میں نے یہ سات آٹھ سال کی عمر میں شروع کیا تھا۔ اب میری عمر پندرہ سال ہے۔ اس مدت میں بچوں کا اسلام نے ہمارے دل میں مقام بنا لیا ہے۔ اتوار کا دن اس کے بغیر ادھورا اور اس کے ساتھ مکمل اور خوش گوار محسوس ہوتا ہے۔ (حبیبہ صالحہ۔ اقبال ٹاؤن لاہور)

ج: آپ کا خط خوش گوار خط محسوس ہوا۔

☆ بچوں کا اسلام کے مدیر ہر وقت اعتراضات کی زد میں رہتے ہیں، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ "زد" ان کے اعتراض میں رہتی ہے۔ پتا نہیں آپ کچھ سمجھے یا نہیں۔ ویسے ہم آپ کو سمجھانے کب آئے ہیں۔ آپ تو ہم سے بھی زیادہ سمجھ دار ہیں۔ ہم تو آئے تھے مدیر سے ایک چھوٹا سا سوال کرنے۔ سوال یہ ہے کہ اگر کوئی آپ کو باباجی کہہ دے تو آپ کو برا لگتا ہے کیا۔ (حافظ عبدالجبار۔ لاہور)

ج: بہت اچھا لگتا ہے۔ میں ہوں ہی بابا۔

☆ مدت پہلے آپ کو محترم مولانا ابو محمد عبدالمالک صاحب کی اہم ترین کتاب نقوش پائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ارسال کی تھی اور حضرت مولانا ہی کی دوسری کتاب آثار حبیب کی خوشبو آپ کے بیٹے عزیزم ڈاکٹر نوید احمد کے لیے ارسال کی تھی۔ نقوش پائے مصطفیٰ ﷺ کو ڈاکٹر محمد عبدالمالک نے کس قدر عرق ریزی کے ساتھ تیار کیا ہے، اس کا اندازہ آپ کو کتاب دیکھ کر ہو جائے گا۔ اللہ پاک نے اس کتاب کو بہت تھوڑے عرصے میں زبردست مقبولیت عطا فرمائی ہے۔ (محمد نصیر ہزاروی۔ بلدیہ ٹاؤن کراچی)

ج: جی ہاں! اس میں شک نہیں، یہ ایک بہت قیمتی کتاب ہے۔ دیکھ کر ہی دل باغ باغ ہو جاتا ہے اور پڑھ کر تو عجیب کیفیت ہوتی ہے۔ اللہ انھیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

☆ شمارہ 577 کی دوباتیں کسی تعریف کی محتاج نہیں، اسی طرح حافظ عبدالجبار کی کہانی ریچھ میلہ حقیقت کی ترجمان ہے۔ شاگرد کی واپسی زبیر قلندری کی طرف سے نوجوانوں کے لیے تحفہ ہے۔ نیوز چینل غیر ملکی ایجنسی ہے۔ اس سے بچنا ضروری سمجھتے ہوئے کہوں گا کہ ف ح کراچی کی تحریر چراغ کا اندھیرا دل و دماغ روشن کر گئی۔ (حافظ عبیداللہ انور۔ کبیر والا)

ج: سبحان اللہ! اندھیرے نے دماغ روشن کر دیا۔

☆ امید ہے، بچوں کا اسلام تیار کرنے میں مشغول ہوں گے، میں آپ کے ناول بہت شوق سے پڑھتا ہوں، دوباتیں تو ہوتی ہی سوباتیں ہیں۔ بچوں کا اسلام بہت پسند ہے۔ تصاویر سے پاک رسالہ دین پھیلانے اور قارئین کی محبت کی عکاسی کرتا ہے۔ بنتِ سیف الرحمٰن آمنے سامنے میں بادلوں کی طرح چھائی ہوئی ہیں۔ لگتا ہے، منت مان رکھی ہے انھوں نے۔ میں بچوں کا اسلام ایک دن میں پڑھ کر فارغ ہو جاتا ہوں۔ (حافظ محمد عثمان علی۔ للیانی سرگودھا)

ج: اللہ کا شکر ہے! آپ ایک دن میں فارغ ہو جاتے ہیں۔

بیسیوں کتابوں کی سیر کیجیے
ہزاروں صفحات سے دلچسپ اور حیرت انگیز انتخاب
اے میرے لختِ جگر
مرتب ماسٹر عبدالرؤف صاحب
صفحات: 296 — قیمت: 200 روپے

حمدیہ، نعتیہ اور مدحیہ اشعار پر مشتمل
اثر جونپوری صاحب کا ایمان افروز مجموعہ کلام
گلستانِ عقیدت
صفحات: 256 قیمت: 150 روپے

حیات الانبیاء علیہم السلام کے موضوع پر
یادگار مناظرہ
از: مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ
صفحات: 128 قیمت: 60 روپے

روئیداد مناظرہ
حیات الانبیاء (ہتھیجی)
از: مولانا جمیل الرحمٰن عباسی صاحب
صفحات: 128 قیمت: 60 روپے

ناشر مکتبہ صفدریہ بہاولپور 0302_6505022 0332_7790908

نیوز چینل

محمد شاہد فاروق۔ ایم اے ایم ایڈ۔ پھلور

خبروں کی نیٹ پریکٹس کے بعد اب ہم نیوز چینل کا میچ کھیلنے کے لیے پوری طرح فٹ ہوگئے ہیں اور خبروں کی نئی اننگز کھیلنے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہیں اور سلام عرض کرتے ہیں۔ آج ہم اپنی اننگز کا آغاز کسی مشہور کرکٹر کی طرح جارحانہ انداز میں کریں گے اور کسی مخالف رائٹر کے چھکے چھڑانے کی کوشش کریں گے مگر اس کوشش میں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہمیں لوہے کے چنے چبانے پڑیں یا حافظ عبدالجبار سیال جیسا کوئی رائٹر ہمارے دانت کھٹے کردے اور پھر ہم اشتیاق احمد کی طرح کھٹی ڈکاریں لیتے ہوئے نیوز چینل کو خیر باد کہہ دیں۔ اس سے پہلے کہ ہماری اس تمہید سے آپ کا ہاضمہ خراب ہوجائے اور آپ کو بھی کھٹی ڈکاریں آنا شروع ہوجائیں، ہم خبروں کا آغاز کرتے ہیں۔

تازہ ترین اطلاعات کے مطابق صداقت علی آف دارالعلوم کورنگی کراچی نے اعلان کیا ہے کہ وہ مجبوراً ہر ہفتے بچہ بن جاتے ہیں۔ اس اعلان کے بعد ہمارے غیر حاضر دماغ نمایندے سوچنے پر مجبور ہوگئے ہیں کہ سکولوں اور مدرسوں میں مجبوراً مرغا بننے کی خبریں تو عام ہیں، بلکہ یہ بات اب روایت کا درجہ اختیار کرچکی ہے مگر صداقت صاحب کو جانے کیا سوجھی کہ یہ مجبوراً بچہ بننے لگے ہیں۔ ان حالات میں اس بات کا جائزہ لینا ضروری ہے کہ انھیں بات اندھیرے میں سوجھی ہے یا روشنی میں اور اگر اندھیرے میں سوجھی ہے تو پھر ان کی آنکھوں کا معائنہ کرنا بھی ضروری ہے، کیونکہ ہمارے خیال میں انھیں بہت دور کی سوجھی ہے۔ ہمارے نمایندے کا یہ بھی کہنا ہے کہ انھوں نے اس بات کی وضاحت نہیں کی کہ وہ اچھے بچے بنتے ہیں یا برے بچے بنتے ہیں، یعنی اپنی باری کا انتظار کرتے ہیں یا دوسروں سے چھین کر "بچوں کا اسلام" پڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ امید ہے کہ صداقت صاحب ہمیں آنکھیں دکھانے کی بجائے ڈاکٹر ہاشین صاحب کو آنکھیں دکھانے کے بعد اس بات کی وضاحت ضرور کریں گے کہ وہ کس قسم کے بچے بنتے ہیں۔

ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ محمد طیب طاہر آف فیصل آباد کو "ججی زکام" ہوگیا ہے۔ خبر کی تفصیلات بتانے سے پہلے ہم قارئین کو وضاحت پیش کردیں کہ یہ ٹڈیوں کے زکام سے تھوڑا سا مختلف ہوتا ہے۔ اس میں آدمی بڑھکوں کی بجائے فیصلوں کی چھینکیں مارتا ہے اور طیب صاحب نے ججی زکام کی ابتدائی چھینک میں نیوز چینل کے قلم دان کا فیصلہ سنا دیا ہے۔ تفصیلات کے مطابق گزشتہ کچھ عرصے سے نیوز چینل کے قلم دان کی ملکیت کا کیس آمنے سامنے کی عدالت میں زیر بحث تھا اور اس سلسلے میں غیر حاضر دماغ نمایندے پر غیر قانونی قبضے کا الزام تھا۔ غیر حاضر دماغ نمایندے نے عدالت کے سامنے اپنے بیان میں کہا کہ اگرچہ یہ سچ ہے کہ پہلے یہ قلم دان آصف مجید صاحب کی ملکیت تھا مگر وہ اس قلم دان کو لاوارث چھوڑ کر فرار ہوگئے تھے اور اس موقعے پر غیر حاضر دماغ نمایندے نے قلم دان کے سر پر دستِ شفقت رکھا اور کسی یتیم کی طرح اس قلم دان کی پرورش کی اور اب جب یہ جوان ہوگیا ہے تو کچھ لوگوں کے منہ میں پانی بھر آیا ہے اور وہ اسے ان سے چھیننا چاہتے ہیں اور کہہ رہے ہیں:

ہم چھین لیں گے تجھ سے یہ خبریں بے تکی سی
تم مانگتے پھرو گے ہم سے "نیوز چینل" اپنا

غیر حاضر دماغ نمایندے کا مؤقف سننے کے بعد محمد طیب صاحب اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ نیوز چینل پر صرف غیر حاضر دماغ نمایندے کا حق ہے۔ اس لیے تمام مخالفین کو مطلع کیا جاتا ہے کہ خود بخود اپنی امیدوں پر پانی پھیر لیں۔

تازہ ترین اطلاعات کے مطابق سارہ الیاس کی "پہلی پوزیشن" نے مدیر کو خوش کردیا ہے اور اس خوشی میں انھوں نے ہاشین صاحب کی "تحفے کی دعوت" بھی قبول کرلی ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ مدیر نے حافظ محمد دانش عارفین کی "غلط سوچ" کو بھی رد نہیں کیا۔ تاہم "لالہ جی کی شادی" مدیر صاحب کو ایک آنکھ نہیں بھائی اور بہاول پور کے "راز" کو بھی انھوں نے راز ہی رہنے دیا۔ یہ بھی پتا چلا ہے کہ کسی نے ٹنڈو محمد خان سے مدیر کو "خوفناک تحفہ" بھیجا۔ جسے انھوں نے اٹھا کر ردی کی بالٹی میں پھینک دیا۔ تاہم انتہائی کوشش کے باوجود ابھی تک یہ پتا نہیں چل سکا کہ "خوفناک تحفہ" دیکھ کر وہ غصے سے لال پیلے ہوگئے یا تھر تھر کانپنے لگے اور "خوفناک تحفہ" ان سے ہاتھ چھڑا کر ردی کی بالٹی میں جاگرا۔ امید ہے کہ ٹنڈو محمد خان والے حضرات آیندہ کوئی "خوفناک تحفہ" مدیر صاحب کو نہیں بھیجیں گے۔

ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ ایک خودساختہ تحقیقی مقابلے میں غیر حاضر دماغ نمایندے نے فہیم احمد آف بھکر کو سخت مقابلے کے بعد ہرا دیا۔ تفصیلات کے مطابق فہیم احمد نے "رنگوں کے اندھے" سے شان دار آغاز کیا اور بتایا کہ یہ اندھے ڈرائیونگ کے شعبے کے لیے انتہائی خطرناک ہوتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں غیر حاضر دماغ نمایندے نے اپنی تحقیق پیش کرتے ہوئے کہا کہ "عقل کے اندھے" آل راؤنڈر ہوتے ہیں اور یہ ہر شعبے میں اپنے اندھے پن کا مظاہرہ کرتے ہیں اور اس شعبے کا بیڑا غرق کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اس موقعے پر انھوں نے ریلوے، واپڈا اور پی آئی اے کی مثال دیتے ہوئے کہا کہ یہ بھی ان عقل کے اندھوں کا کمال ہے۔ انھوں نے اپنی تحقیق کا دائرہ وسیع کرتے ہوئے کہا کہ عوامی سطح پر بھی عقل کے اندھوں کی کمی نہیں ہے جو عقل کے اندھوں سے منزل مقصود پر پہنچانے کی امید رکھتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ عقل کے اندھوں کے مزید کارنامے پیش کیے جائیں، مقابلے کے ریفری نے فہیم صاحب کو ناک آؤٹ قرار دے کر ہمارے نمایندے کا بازو ہوا میں لہرا دیا۔ بتایا جارہا ہے کہ ریفری عقل کا "کانا" تھا، اس تاریخی فیصلے کے بعد ترقی کرکے "عقل کے اندھے" کے اعلیٰ درجے پر فائز ہوگیا ہے اور کسی اور شعبے کا بیڑا غرق کرنے کے لیے پر تول رہا ہے۔

موسم:۔ ہمارے محکمہ موسمیات کے خیالی سیارے سے لی گئی تصویر کے مطابق مہنگائی کے تیز رفتار طوفان کی وجہ سے ہمارے نمایندے منہ کے بل گر پڑے ہیں اور ان کے موسم کا حال بتانے والے آلات کام چھوڑ گئے ہیں۔ اس فنی خرابی کی وجہ سے ہم موسم کا حال بتانے سے قاصر ہیں۔

اس کے ساتھ ہی وقت ختم ہوا۔ مزید پریشان کرنے کے لیے اگلے ہفتے دوبارہ حاضر ہوں گے۔ اجازت دیجیے! اللہ حافظ!

اے شبلی

محمد اسلم ناصر۔ تلمبہ

حضرت شبلی رحمہ اللہ کے سامنے اگر کوئی اللہ کا نام لیتا تو اپنی جیب میں ہاتھ ڈالتے تھے۔ ان کے ہاتھ میں شیرینی آتی اور یہ شیرینی اس کے منہ میں دے دیتے تھے۔ بہت عجیب کیفیت تھی۔ کسی نے کہا، حضرت یہ کیا معاملہ ہے؟ فرمانے لگے جس منہ سے میرے محبوب کا نام نکلے تو میں اس کو شیرینی سے نہ بھردوں تو اور کیا کروں۔

حضرت شبلی رحمہ اللہ کو اللہ رب العزت نے الہام فرمایا۔ اے شبلی! کیا تو چاہتا ہے کہ میں تیرے عیب لوگوں کے سامنے ظاہر کردوں اور تجھے دنیا میں کوئی منہ لگانے والا نہ رہے۔ انھوں نے جب یہ الہام سنا تو جواب میں کہا کہ یا اللہ کیا تو چاہتا ہے کہ میں تیری رحمت کھول کر لوگوں پر ظاہر کردوں اور تجھے دنیا میں کوئی سجدہ کرنے والا نہ رہے، پھر الہام ہوا کہ اے شبلی! نہ تو میری بات کہنا، نہ میں تیری بات کہوں گا۔ (خطبات فقیر: پیر ذوالفقار احمد نقش بندی صفحہ 146 جلد اول)